فصل ہفتم

"دس جھوٹ اور دھوکے"

واہ رے جوشِ جہالت خوب دکھلائے ہیں رنگ
جھوٹ کی تائید میں حملے کریں دیوانہ وار
(حضرت مسیح موعودؑ)

تاریخ کے مطالعہ سے صاف نظر آتا ہے کہ نبیٔ وقت جو سچائی کا سب سے بڑا علمبردار، صداقت کا سرچشمہ، اور راستی کا دلدادہ ہوتا ہے۔ مخالف اسے جھوٹا، فریبی اور کذاب قرار دیتے ہیں۔ اُس پر پھبتیاں کہتے اور اُسے دنیا میں بدترین وجود بتاتے ہیں۔ حضرت صالحؑ کے مکذب آپ کو "کَذَّابٌ اَشِر" قرار دیتے ہیں۔ پھر سب سے بڑے رسول سیّدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر آپ کو "سَاحِرٌ کَذَّابٌ" کہتے ہیں۔ یہی حال موجودہ زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہے۔ آپ سچائی کے معلّم تھے اور صداقت شعاری میں نمونہ۔ حضورؑ کے والد ماجد کے خلاف مقدمات میں دشمن آپ کی گواہی رکھوا دیتے۔ زمانہ کی نظروں میں اور دوست و دشمن کے تجربہ میں آپ پُورے طور پر راستباز اور سچے انسان تھے اور سب اس بات کو تسلیم کرتے تھے۔ مگر جونہی آپ نے مسیحیت و ماموریت کا دعویٰ فرمایا۔ دنیا آپ کی دشمن ہو گئی۔ کل تک جو لوگ آپ کو راست گفتاری میں یکتائے روزگار سمجھتے تھے آپ کی عیب شماری میں لگ گئے۔ اور آج تو یہاں تک نوبت پہنچ چکی ہے کہ منشی محمد یعقوب ایسا انسان بھی آپؑ کو

ےہ القمر ع ۲ ۔ ےہ ص ع ۱

نعوذ باللہ" دس جھوٹ اور دھوکے" منسوب کرنے کا مدعی ہے۔ اگر آپ غور فرمائیں گے کہ دنیا کے فرزند انبیاء سے ایسا کیوں کرتے رہے تو آپ کو اقرار کرنا پڑے گا کہ اس دلگداز حقیقت کی تہ میں صرف ایک راز ہے اور وہ یہ کہ چونکہ منکرین خود جھوٹ اور دھوکہ کے عادی ہوتے ہیں اسلیئے وہ نبیوں پر بھی یہی بدگمانی کرتے ہیں۔ ع

یہ تو ہے سب شکل ان کی ہم تو ہیں آئینہ دار

ہمارے مخالف حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان نہیں رکھتے اسلیئے یہ سلوک کر رہے ہیں لیکن جن کو ماننے کا وہ دعویٰ کرتے ہیں ان کے متعلق بھی ان کے ایسے ہی عقائد ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ان کا خیال ہے کہ انہوں نے تین مرتبہ کذب بیانی (ثلاث کذبات) کی ہے حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، یوسفؑ، موسیٰؑ اور دیگر انبیاء کے متعلق بھی کئی قسم کے مکروہ افعال کو تسلیم کرتے ہیں۔ اب اگر یہ لوگ حضرت مسیح موعودؑ کو گالیاں دیں تو جائے تعجب نہیں۔ آپؑ کو نعوذ باللہ جھوٹا اور دھوکہ باز کہیں تو نئی بات نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں :-

"مجھ میں وہ یقین اور بصیرت اور معرفت کا نور پیدا کیا جو مجھے اس تاریک دنیا سے ہزاروں کوس دور تر کھینچ کر لے گیا۔ اب اگرچہ میں دنیا میں ہوں مگر دنیا میں سے نہیں ہوں۔ اگر دنیا مجھے نہیں پہچانتی تو کچھ تعجب نہیں۔ کیونکہ ہر ایک چیز جو بہت دور اور بہت بلند ہے اس کا پہچاننا مشکل ہے۔ میں کبھی امید نہیں کرتا کہ دنیا مجھ سے محبت کرے۔ کیونکہ دنیا نے کبھی کسی راستباز سے محبت نہیں کی۔ مجھے اس سے خوشی ہے کہ مجھے گالیاں دی گئیں، دجال کہا گیا، کافر ٹھہرایا گیا کیونکہ سورۃ فاتحہ میں ایک مخفی پیشگوئی موجود ہے اور وہ یہ کہ جس طرح یہودی لوگ حضرت عیسیٰؑ کو کافر اور دجال کہہ کر مغضوب علیہم بن گئے بعض مسلمان بھی ایسے ہی بنیں گے۔" (نزول المسیح ص۳۶)

اس فصل میں معترض پٹیالوی نے جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے بزعم خویش حضرت اقدسؑ کی طرف "دس" جھوٹ منسوب کئے ہیں لیکن ساتھ ہی تسلیم کرتا ہے کہ :-

"مرزا صاحب نے بھی جھوٹ کی بہت مذمت کی ہے"۔ (عشرہ ص۲)

معترض کے پیش کردہ جھوٹوں کی حقیقت تو آئندہ صفحات میں مندرج ہے لیکن عقلمند انسان اسی بات سے اندازہ کر سکتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت مرزا صاحب ایسے ہی جھوٹے اور دروغگو تھے تو پھر انہیں جھوٹ کی مذمت کی کیا ضرورت تھی۔ ان کا مذمت کرنا ہی بتاتا ہے کہ دراصل انہوں نے کوئی کذب بیانی نہیں کی۔ یہ تمام مخالفین کے دماغوں کا اختراع ہے۔ ؎

عاقل را اشارہ کافیست

اب ہم معترض پٹیالوی کے پیش کردہ کذبات کا جواب نمبروار درج کرتے ہیں۔

(۱) معترض پٹیالوی حضرت اقدسؑ کی کتاب اعجاز احمدی ص۱ سے فقرہ "اگر میری ان پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے تمام گواہ اکٹھے کئے جاویں تو میں خیال کرتا ہوں کہ وہ ساٹھ لاکھ سے بھی زیادہ ہوں گے" نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے:۔

"اوّل تو یہی جھوٹ ہے کہ غلط پیشگوئیوں کو پورا ہونا کہتے ہیں۔ دوسرے یہ ساٹھ لاکھ کی گپ بھی قابلِ داد ہے۔ خود اپنی کتاب نزول مسیح میں لکھتے ہیں کہ میرے مریدوں کی تعداد ستر ہزار ہے۔ اب ظاہر ہے کہ مرید ہی گواہ ہو سکتے ہیں۔ جب ساٹھ لاکھ مرید نہیں تو ساٹھ لاکھ گواہ کہاں سے ہو گئے۔ پھر یہ کراماتی جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے"۔ (عشرہ ص۳)

الجواب۔ پیشگوئیاں تو پوری ہوتی ہیں مگر عداوت کیش انسان کا یہی کام ہے کہ ان کو غلط ہی قرار دے۔ ہاں جو آپ نے ستر ہزار اور ساٹھ لاکھ کا مقابلہ کر کے ساٹھ لاکھ گواہوں کا ہونا ناممکن قرار دیا ہے کیونکہ مرید اتنے نہیں۔ اور پھر اسے جھوٹ قرار دیا ہے۔ یہ آپ کی کج فہمی یا صریح خیانت اور دھوکہ دہی ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس معاملہ کو اپنی کتاب نزول المسیح میں بوضاحت بیان کر دیا ہے۔ معترض کی بناء اعتراض یہ ہے کہ "مرید ہی گواہ ہو سکتے ہیں" اور یہ خود فاسد بلکہ فاسد ترین ہے ؎

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج ÷ تا ثریا مے رود دیوار کج

؎ یہ قسم ابھی پٹیالہ میں ایجاد ہوئی ہے۔ کرامت اور جھوٹ؟ ایجاد گندہ اسی کا نام ہے۔ ۱۲۔ مؤلف

قرآن مجید اور واقعات کھلے طور پر اس کی تغلیط کر رہے ہیں۔ دیکھئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا (سورۃ النمل ع) کہ انہوں نے باوجودیکہ دل میں ان نشانات کی صداقت پر یقین کر لیا مگر پھر بھی ظاہری طور پر انکار کر دیا۔" بتلائیے کیا یہ لوگ حضرت موسیٰؑ کے کھلے کھلے معجزات کے گواہ نہ تھے؟ یقیناً تھے! بایں ہمہ وہ مرید بھی نہ تھے۔ قرآن مجید فرماتا ہے اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (الشعراء ع) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو بنی اسرائیل کے علماء خوب جانتے ہیں وہ اسکے گواہ ہیں؟ کیا سب علماء بنی اسرائیل مرید ہو گئے تھے؟ نہیں۔ مگر کیا وہ صداقتِ نبوی کے شاہد نہ تھے؟ یقیناً تھے! پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معجزہ شق القمر دکھایا۔ کیا تمام کفار اس نشان کے گواہ نہ تھے؟ یقیناً تھے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوا اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ (القمر ع) (ترجمہ۔ قیامت قریب آگئی اور معجزہ شق القمر کا ظہور ہو گیا۔ یہ لوگ اگر نشان دیکھتے ہیں تو اعراض کرتے اور اسے قدیمی جادو قرار دیتے ہیں۔" اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو معجزہ شق القمر کا گواہ بھی بتایا ہے اور ساتھ ہی ان کے انحراف اور اعتراض کا ذکر بھی کیا ہے۔ امام ابن القیم لکھتے ہیں:۔ لم يقروا لمحمد بانه رسول الله مع تحققهم صدقه و تيقنهم صحة رسالته بالبراهين التى شاهدوها و سمعوا بها فى مدة عشرين سنة۔
ترجمہ۔ کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار نہ کیا حالانکہ ان پر آپ کی سچائی متحقق ہو چکی تھی اور وہ آپ کی رسالت کی صحت پر یقین رکھتے تھے۔ ان براہین کی وجہ سے جو انہوں نے مشاہدہ کئے اور ان کے گواہ بن گئے۔ اور وہ براہین بیس برس کے عرصہ میں سنتے رہے (زاد المعاد جلد اوّل ص۳۰۲)۔ پس یہ کہنا کہ "مرید ہی گواہ ہو سکتے ہیں" ایک صریح غلط بیانی ہے۔ پھر میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں ذریتِ آدم سے میثاق لینے کا ذکر ہے جس کا منشاء یہ ہے کہ سب لوگ توحید کے گواہ ہیں۔ فرمایا وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ (الاعراف ع۲۲)
گویا فطرتِ انسانی کو ربوبیتِ الٰہی کا گواہ بنایا گیا ہے۔ اب کیا معترض پٹیالوی کے مذہب

مطابق دہریہ اور مشرک اس فطری میثاق کے گواہ نہیں؟ کیونکہ وہ مرید نہیں یعنی اس توحید کے قائل نہیں۔ اور معترض کا قول ہے "ظاہر ہے کہ مرید ہی گواہ ہو سکتے ہیں"۔ الغرض معترض نے اس فقرہ کے ذریعہ حضرت اقدسؑ پر ہی حملہ نہیں کیا بلکہ تمام صداقتوں پر حملہ کیا ہے۔ ہمارے معاند مولوی ثناء اللہ امرتسری نے بھی لکھا ہے:-

"غلبۂ روم کی خبر۔ فتح بدر کی پیشگوئی وغیرہ، ہیچو قسم کوئی پیشگوئی ایسی نہ ملیگی جسکے وقوعہ میں کوئی کافر بھی متردد رہا ہو"۔ (الہامات مرزا ص۳۲)

دیکھئے وہ کافر بھی ہیں اور پیشگوئی کے گواہ بھی ہیں۔ ایسے لوگوں کا کفر عناداً یا جہلاً ہوا کرتا ہے۔ پس حضرت اقدسؑ کے مریدوں کا ستر ہزار ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ آپ کی پیشگوئیوں کے گواہ بھی ساٹھ لاکھ نہیں ہو سکتے؟ معترض کا اس بناء پر اعتراض کرنا بناء الفاسد علی الفاسد ہے۔

نشانات کے گواہوں کی تعداد

اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ساٹھ لاکھ گواہوں کا ہونا واقعات کی بناء پر بالکل درست ہے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام بالتفصیل اس کے متعلق اپنی کتب میں تحریر فرما چکے ہیں۔

(الف) حضور ضمیمہ تریاق القلوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

"اس دعویٰ کی تائید میں وہ نشان جو مجھ سے صادر ہوئے ہیں وہ ایسے نہیں ہیں جن کا علم میرے خاص مریدوں تک ہی محدود ہو بلکہ اکثر ان کے ایسی عام شہادتوں سے ثابت ہیں جن کی رؤیت کے گواہ ہر ایک فرقہ کے مسلمان اور ہندو اور عیسائی ہیں"۔ (ص۲۲)

اس کے بعد واقعۂ لیکھرام کے تصدیق کنندگان میں سے جو ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں ہیں قریباً تین سو معزز غیر احمدی، ہندو، عیسائی اور سکھ صاحبان کے اسماء ان کے دستخطوں سے مع بیانات درج ہیں۔ ملاحظہ ہو (ضمیمہ تریاق القلوب ص۲۲ تا ۳۰)

(ب) "افسوس کہ اس ملک کے لوگوں نے بڑی سنگدلی ظاہر کی خدا کے کھلے کھلے نشان دیکھے اور انکار کیا۔ وہ نشان جو ملک میں ظاہر ہوئے جن کے ہزاروں بلکہ لاکھوں انسان گواہ ہیں جن میں سے کسی قدر بطور نمونہ اسی کتاب میں لکھے جائیں گے۔ وہ

ڈیڑھ سو سے بھی کچھ زیادہ ہیں لیکن اِس ملک کے لوگ ابھی تک کہے جاتے ہیں کہ کوئی نشان ظاہر نہیں ہوا۔" (نزول المسیح صـ۲۶)

(ج) "اے تکذیب کرنے والو! تم کب باز آؤ گے۔ وہ کب دن آئے گا جو تمہاری بھی آنکھیں کھلیں گی۔ خدا کے نشان یوں برسے جیسے برسات میں مینہ برستا ہے مگر تمہاری خشکی دور نہ ہوئی۔ دیکھتے دیکھتے صدی کا پانچواں حصہ[1] بھی گزر گیا مگر تمہارا کوئی مجدّد ظاہر نہ ہوا۔ خدا نے نشانوں کے دکھلانے میں کمی نہ رکھی کسوف و خسوف رمضان میں بھی ہوا اور بموجب حدیث کے ستارہ ذوالسنین مدّت ہوئی کہ نکل چکا اور قرآن اور پہلی کتابوں اور سُنیوں اور شیعوں کی حدیثوں کے موافق طاعون بھی ملک میں ظاہر ہو گئی۔ اور حج بھی روکا گیا اور بجائے اونٹوں کے نئی سواریاں بھی پیدا ہو گئیں۔ اور کسرِ صلیب کی ضرورت بھی سخت محسوس ہونے لگی۔ کیونکہ انتیس[۲۹] لاکھ نو مرتد عیسائی پنجاب اور ہندوستان میں ظاہر ہو گیا اور آدم سے ۶ ہزار برس بھی گزر گیا مگر اب تک تمہارا مسیح نہ آیا۔ کیا خدا نے نشان نمائی میں کچھ کسر رکھی ...... اگر ان نشانوں کے گواہ جنہوں نے یہ نشان دیکھے جو اب تک زندہ موجود ہیں صف باندھ کر کھڑے کئے جائیں تو ایک بھاری گورنمنٹ کے لشکر کے موافق ان کی تعداد ہوگی۔ اب کس قدر ظلم ہے کہ اس قدر نشانوں کو دیکھ کر پھر کہے جاتے ہیں کہ کوئی نشان ظاہر نہیں ہوا۔" (نزول المسیح صـ۲۸-۲۹)

(د) جلسہ اعظم مذاہب (۱۸۹۶ء) میں مضمون کے غالب رہنے کی پیشگوئی کے سلسلہ میں لکھا ہے:۔

"یہ پیشگوئی قبل از وقت بذریعہ اشتہار کے شائع کی گئی تھی اور موقع پر اسکو پورا ہوتے ہوئے دیکھنے والے ہزاروں آدمی اسوقت ہر ملّت و مذہب کے میدان جلسہ میں موجود تھے جنہوں نے اقرار کیا کہ یہ مضمون غالب رہا اور نیز انگریزی و اردو اخباروں نے اِس امر کی تصدیق کی کہ یہی مضمون سب سے بالا رہا۔"

(نزول المسیح صـ۱۹۵)

---

[1] اب تو صدی میں سے ۸۰ برس بھی گزر گئے مگر کوئی مجدّد مبعوث نہ ہوا۔ سچ فرمایا ؎

سر کو پیٹو آسماں سے اب کوئی آتا نہیں ٭ عمر دنیا سے بھی اب تو آ گیا ہفتم ہزار (مؤلف)

(ذ) نزول المسیح میں متعدد پیشگوئیوں کے گواہ لالہ شرمپت اور ملاوامل آریہ ساکنانِ قادیان کو درج کرتے ہوئے ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں :-

"اس سے زبردست اور کیا ثبوت ہوگا کہ آریہ جو دین کے پکے دشمن ہیں اس پیشگوئی کے گواہ ہیں منجملہ ان کے لالہ شرمپت اور لالہ ملاوامل[1] ساکنان قادیان جو اب تک زندہ موجود ہیں[2] اس نشان سے خوب واقف ہیں۔ ان کے لئے بڑی مصیبت ہے کہ اسلام کی گواہی دیں لیکن اگر یہ مقام براہین احمدیہ کا ان کو دکھلایا جاوے اور ان کی اولاد کی ان کو قسم دی جاوے کیونکہ ان کے دلوں میں خدا تعالیٰ کا خوف نہیں تو ممکن نہیں کہ جھوٹ بولیں۔" (نزول المسیح ص۱۲۵)

حضرات قارئین! ان پانچ اقتباسات سے ظاہر ہے کہ اگرچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مرید اس وقت ستر ہزار ہی تھے مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ کے نشانات جو آسمان، زمین، آپ کی ذات، اولاد، خاندان، گھر، آپ کی بستی، پنجاب، ہندوستان، ممالک بیرونی، پھر دشمنوں، دوستوں، رعایا، حکومت، خشکی اور تری سے متعلق ہیں ان کے یقیناً ساٹھ لاکھ بلکہ اس سے زیادہ گواہ ہیں۔ صدق اللہ ورسولہ۔

مؤلف عشرہ نے اس مبنی بر حقیقت بیان کو "کراماتی جھوٹ" لکھا ہے۔ اگر فی الواقع پٹیالہ میں جھوٹ کی یہ بھی کوئی قسم ہے تو مجھے کہنے دو کہ اس کے مرتکب منشی محمد یعقوب ہیں نہ حضرت مرزا صاحبؑ! انّ فی ذالک لعبرۃ لاولی الالباب۔

حدیث ھٰذا خلیفۃ اللہ المھدی کا جواب

(۲) معترض پٹیالوی شہادۃ القرآن ص۴۱ سے ھٰذا خلیفۃ اللہ المھدی کے متعلق عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے :-

"مرزا صاحب نے یہ بالکل جھوٹ لکھا ہے کہ ھذا خلیفۃ اللہ المھدی بخاری کی حدیث ہے۔ کوئی مرزائی صاحب ہمت کرکے بخاری میں یہ دکھائیں۔" (عشرہ ص۵)

---

[1] ملاوامل آریہ آج (۴ دسمبر ۱۹۳۵ء) تک زندہ ہے۔ (مؤلف)

[2] طبع دوم (۱۹۶۳ء) کے وقت ملاوامل بھی فوت ہو چکا ہے۔ (مؤلف)

اس اعتراض کے کئی جواب ہیں :-

الجوابُ الاوّل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس حوالہ کو "بالکل جھوٹ" قرار دینا کھلی سفاہت ہے کیونکہ کذب کی تعریف میں علم شرط ہے۔ چھوٹی سی لغت کی کتاب المنجد میں بھی لکھا ہے:-

کذب : اخبر عن الشئ بخلاف ما ھو مع العلم بہ (ص ۶۷۲)

کہ کذب خلاف بیانی کو کہتے ہیں بشرطیکہ اس کے قائل کو علم ہو کہ یہ خلاف واقعہ ہے۔ اس تعریف کی رُو سے اگر زید نے بکر کو ریلوے سٹیشن پر دیکھا اور پانچ منٹ کے بعد زید سے اس کا پتہ پوچھا جائے اور وہ ریلوے سٹیشن بتائے حالانکہ بکر پہلے منٹ میں ہی سٹیشن سے نکل کر بازار چلا گیا ہو تو بھی زید جھوٹا نہیں ہوگا کیونکہ اسے بکر کے سٹیشن چھوڑنے کا علم نہیں۔ ایسا ہی اگر کوئی سہو یا غلطی سے خلاف واقعہ بات کہدے تو وہ جھوٹ نہیں کہلائے گا۔ ورنہ لفظ سہو اور غلطی کا لغت میں موجود ہونا عبث محض ہے۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ ہے کہ حضور نے ایک مرتبہ بجائے چار رکعت کے دو رکعت نماز پڑھائی۔ اس وقت ایک صحابی ذوالیدین نے عرض کی کہ کیا حضور بھول گئے ہیں یا نماز کم ہوگئی ہے؟ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لم انسَ[1] ولم تقصر۔ نہ میں بھولا ہوں اور نہ ہی نماز کم ہوئی ہے۔ تب ذوالیدین نے پھر کہا "بلیٰ قد نسیت" حضور ضرور بھول گئے ہیں۔ جس پر آنحضرتؐ نے دوسرے صحابہؓ سے دریافت فرمایا انہوں نے ذوالیدین کی بات کی تصدیق کی۔ اس پر آپ نے پھر دُو رکعتیں پڑھائیں۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ جلد اوّل ص ۱۵)

صحیح مسلم میں ہے :- "عن ابی سفیان مولی ابن ابی احمد انہ قال سمعت ابا ھریرۃ یقول صلی لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ العصر فسلّم فی رکعتین فقام ذوالیدین فقال اقصرت الصلوٰۃ یا رسول اللہ ام نسیت فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "کل ذالک لم یکن" فقال "قد کان بعض ذالک یا رسول اللہ" فاقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الناس فقال اصدق ذوالیدین فقالوا نعم یا رسول اللہ فاتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما بقی من الصلوٰۃ ثم سجد سجدتین وھو جالس بعد التسلیم" (صحیح مسلم جلد ۱ ص ۲۱۵) کیا "کل ذالک لم یکن" کا جواب (نعوذ باللہ) جھوٹ شمار ہوگا؟

---

[1] ایک دوسری روایت میں ہے "ما قصرت الصلوٰۃ وما نسیتُ" (موطا امام مالکؒ) مؤلف

اب معترض پٹیالوی تو اس پر بھی واویلا مچا دیگا (کہ نعوذ باللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیان "تو میں بھولا ہوں نہ نماز کم ہوئی ہے" میں "بالکل جھوٹ" کہا ہے (العیاذ باللہ من ھذا) لیکن ہم ایسے شخص کو بتائیں گے کہ یہ کذب نہیں یہ محض سہو ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ انبیاء کرام کو حالاتِ بشریہ سے بالکل بالا کر دیتا تو دنیا میں ان کی الوہیت کا سکہ جم جاتا۔ اسلئے ایسے معمولی سہو میں کوئی حرج نہیں۔ اس نسیان یا ذہول وقتی کو کذب بیانی سے تعبیر کرنا حماقت اور نادانی ہے۔

زیر بحث حوالہ کا بھی یہی حال ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام (جو قریباً اسّی[۱] کتب کے مصنف ہیں) کے سہو کی وجہ سے سبقتِ قلم کے رنگ میں بخاری کا نام لکھا گیا۔ جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام قبل ازیں ازالہ اوہام میں بالتصریح لکھ چکے ہیں کہ بخاری میں مہدی کے متعلق کوئی حدیث موجود نہیں۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:۔

(۱) "میں کہتا ہوں کہ مہدی کی خبریں ضعف سے خالی نہیں۔ اسی وجہ سے اماماین حدیث نے ان کو نہیں لیا۔ اور ابن ماجہ اور مستدرک کی حدیث ابھی معلوم ہو چکی ہے کہ عیسیٰ ہی مہدی ہے۔ لیکن ممکن ہے کہ ہم اس طرح پر تطبیق دیں کہ جو شخص عیسیٰ کے نام سے آنے والا احادیث میں لکھا گیا ہے اپنے وقت کا وہی مہدی اور وہی امام ہے اور ممکن ہے کہ اس کے بعد کوئی اور مہدی بھی آوے۔ اور یہی مذہب حضرت اسمٰعیل بخاری کا بھی ہے کیونکہ اگر ان کا بجز اس کے کوئی اور اعتقاد ہوتا تو ضرور وہ اپنی حدیث میں ظاہر فرماتے۔ لیکن وہ صرف اسی قدر کہہ کر چپ کر گئے کہ ابن مریم تم میں اُتریگا جو تمہارا امام ہوگا اور تم میں سے ہی ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ امام وقت ایک ہی ہو سکتا ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۲۲۵ طبع سوم)

(۲) "اگر مہدی کا آنا مسیح ابن مریم کے زمانہ کے لیئے ایک لازم غیر منفک ہوتا اور مسیح کے سلسلۂ ظہور میں داخل ہوتا تو وہ بزرگ شیخ اور امام حدیث کے یعنی حضرت محمد اسمٰعیل صاحب صحیح بخاری اور حضرت امام مسلم صاحب صحیح مسلم اپنی صحیحوں سے اس واقعہ کو خارج نہ رکھتے لیکن جس حالت میں انہوں نے اس زمانہ کا تمام

---

[۱] یہی مضمون حمامۃ البشریٰ صفحہ ۳۴ پر بھی درج ہے۔ (مؤلف)

نقشہ کھینچ کر آگے رکھ دیا اور حصر کے طور پر دعویٰ کر کے بتلا دیا کہ فلاں فلاں امر کا اس وقت ظہور ہوگا لیکن امام محمد مہدی کا نام تک بھی تو نہیں لیا۔ پس اس سے سمجھا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی صحیح اور کامل تحقیقات کی رُو سے ان حدیثوں کو صحیح نہیں سمجھا جو مسیح کے آنے کے ساتھ مہدی کا آنا لازم غیر منفک ٹھہرا رہی ہیں۔" (ازالہ اوہام ص۲۱۵)

ہر دو اقتباس واضح کر رہے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کس زور سے اس امر کو بیان کیا ہے کہ مہدی کے بارہ میں کوئی حدیث صحیح بخاری میں نہیں ہے۔ اب اگر شہادۃ القرآن میں حضورؑ نے بخاری کا حوالہ تحریر فرمایا ہے تو یقیناً یہ سہو ہے۔ اس کو جھوٹ قرار دینا محض ضد اور عناد کا نتیجہ ہے وبس۔

الجوابُ الثانی - هذا خلیفة الله المهدی کے حوالہ کے لئے بخاری کی بجائے ابو نعیم اور تلخیص المتشابہ ملاحظہ ہوں۔ جہاں حضرت ابن عمرؓ سے یہ روایت مذکور ہے۔ نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنی کتاب حجج الکرامہ ص۳۶۶ پر بھی اس کو درج کیا ہے۔ نیز علّامہ سندی نے هذا خلیفة الله المهدی والی روایت پر لکھا ہے:۔

"كذا ذكره السيوطي وفي الزوائد هذا اسناد صحيح رجاله ثقات ورواه الحاكم في المستدرك وقال صحيح على شرط الشيخين"

(حاشیہ ابن ماجہ مطبوعہ مصر جلد ۲ ص۲۶۹)

ترجمہ۔ "کہ سیوطیؒ نے بھی اس روایت کو ذکر کیا ہے۔ الزوائد میں ہے کہ اس کی سند صحیح اور راوی ثقہ ہیں۔ پھر امام حاکم اپنی مستدرک میں اس روایت کو لائے ہیں اور کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق بھی صحیح ہے۔"

ناظرین خدارا غور فرمائیں کہ حدیث صحیح ہے۔ متعدد کتب میں مذکور ہے بلکہ امام حاکم کی رائے کے مطابق تو علیٰ شرط الصحیحین صحیح ہے۔ اب اگر حضرت اقدسؑ سے بجائے مستدرک، ابو نعیم، تلخیص المتشابہ، حجج الکرامہ اور دوسری کتب کے بخاری کا لفظ لکھا گیا تو کیا یہ جھوٹ ہے دھوکہ ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ تو محض سبقتِ قلم ہے جسے جھوٹ سے تعبیر کرنا سخت غلطی ہے۔ اگر محض حوالہ کی

غلطی ہی کا نام جھوٹ ہے تو پہلے تو معترض پٹیالوی ان حوالجات کو کذب بیانیاں تسلیم کرے جو اس کی کتاب میں متعدد مقامات پر غلط طور پر درج ہیں اور ہم نے بھی بعض مقامات پر ان کی طرف اشارہ کر دیا ہے لیکن اس نے اس رسالہ کے دیباچہ طبع دوم میں اس قسم کی غلطیوں کو محض سہو قرار دیا ہے۔

الجوابُ الثالث۔ علامہ سعد الدین تفتازانی، ملا خسرو، ملا عبد الحکیم تینوں نے اس بات کو ذکر کیا ہے کہ حدیث یَکْثُرُ لَکُمُ الْاَحَادِیْثُ بَعْدِیْ الخ امام بخاری نے اپنی صحیح میں درج کی ہے۔ (تلویح۔ شرح توضیح جلد ۱ صفحہ ۲۶۱)

دیکھئے تینوں بزرگ پے درپے ایک حدیث کو بخاری شریف سے منسوب کرتے ہیں حالانکہ وہ بخاری میں موجود نہیں ہے۔ کیا معترض پٹیالوی اور اس کے دیوبندی ہمنواؤں کو اس بات کا حوصلہ ہے کہ وہ اہلسنت کے ان بزرگوں کو محض حوالہ کی غلطی کے باعث کاذب اور مفتری قرار دیں؟ لیکن اگر یہ بات درست نہیں تو پھر میں کہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق کیوں اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کر رہے ہو۔ اور کیوں وہ قدم اُٹھا رہے ہو جو ہلاکت کی طرف لیجاتا ہے؟

الجوابُ الرابع۔ اس سے بھی عجیب تر وہ واقعہ ہے جو حضرت امام ابن الربیع سے پیش آیا۔ حافظ ملا علی صاحب قاری لکھتے ہیں:۔

> "حدیث خیر السودان ثلاثة لقمان و بلال و مهجع مولی رسول الله صلی الله علیه وسلم رواه البخاری فی صحیحه عن واثلة بن الاسقع به مرفوعاً کذا ذکره ابن الربیع لکن **قول البخاری سهو قلم** اما من الناسخ او من المصنف فان الحدیث لیس من البخاری والذی فی المقاصد انما هو رواه الحاکم۔" (موضوعات کبیر صفحہ ۴۲)

کہ حدیث "خیر السودان ثلاثة" کے متعلق امام ابن الربیع نے یہ ذکر کیا ہے کہ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ (امام ملا علی قاری کہتے ہیں) لیکن بخاری کی طرف یہ بات منسوب کرنا سہو قلم ہے۔ خواہ وہ ناقل سے سرزد ہوا یا مصنف سے کیونکہ یہ حدیث بخاری میں نہیں ہے بلکہ جیسا کہ المقاصد میں مذکور ہوا اس

حدیث کو صرف حاکم نے روایت کیا ہے ۔"

معزز قارئین! آپ خدارا غور فرماویں کہ امام ابن الربیع ایسا متبحر اور محدث انسان "خیر السودان ثلاثة" کو بخاری کی روایت قرار دیتا ہے حالانکہ وہ بخاری میں نہیں ہے لیکن کوئی متقی انسان اس کو کذب بیانی سے تعبیر نہیں کر سکتا بلکہ اسے سہوِ قلم ہی قرار دیگا۔ جیساکہ امام ملا علی قاری نے لکھا ہے ۔

اس جگہ یہ بھی ایک لطیف مشابہت ہے کہ امام ابن الربیع نے بھی اس حدیث کو بخاری کی روایت ذکر کیا اور وہ حاکم کی روایت تھی۔ اسی طرح سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قلم سے ھذا خلیفة اللہ المھدی کو بخاری سے منسوب کیا گیا۔ لیکن وہ امام حاکم کی روایت ثابت ہوئی ۔

الغرض ہر چہار جوابات کی موجودگی میں ھذا خلیفة اللہ المھدی کو محض بخاری کا نام لے دینے پر کذب بیانی قرار دینا خطرناک دھوکہ دہی ہے ۔ اصل بات یہی ہے کہ محض سبقتِ قلم ہے جیساکہ خود حضور علیہ السلام کے حوالجات سے ظاہر ہے کہ آپؑ کے نزدیک بھی بخاری میں مہدی کے متعلق کوئی حدیث موجود نہیں۔ فاندفع الاشکال بحذافیرہ ۔

(۱۳) اس نمبر میں معترض نے اپنی کور باطنی سے جس کذب بیانی کا حضرت پر الزام لگایا ہے وہ اس کے الفاظ میں ہی یوں لکھا ہے :۔

> "اربعین ۳ ص۹ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب میں اور مولوی اسمٰعیل علی گڑھ والے نے میری نسبت قطعی حکم لگایا کہ اگر وہ کاذب ہے تو ہم سے پہلے مریگا" یہ بھی محض سفید جھوٹ ہے۔ ہر دو مولوی صاحبان کی تصانیف میں یہ بات کہیں درج نہیں ہے۔ کوئی مرزائی ثابت کرے ۔" (عشرہ ص۹)

الجواب ۔ افسوس کہ یہ لوگ مغالطہ دہی کو شیرِ مادر کی طرح سمجھتے ہیں اور انکو اللہ تعالیٰ کی سزا کا ذرہ بھر خوف نہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انجامِ آتھم میں علماء کو مباہلہ کے لئے دعوت دی جن میں مولوی غلام دستگیر قصوری کا نام بھی درج ہے (ص۷) اس نے

اس دعوت کے بعد ایک کتاب لکھی جس کا نام فتح رحمانی ہے اس کے صٓ۲۶ و صٓ۲۷ پر گزشتہ زمانے کے ایک مہدی کاذب کی ہلاکت کا ذکر کرنے کے بعد مولوی غلام دستگیر نے لکھا ہے کہ :-

"اللّٰھم یا ذا الجلال والاکرام یا مالک الملک جیسا کہ تو نے ایک عالم ربانی حضرت محمد طاہر مؤلّف مجمع بحار الانوار کی دعا اور سعی سے اس مہدی کاذب اور جعلی مسیح کا بیڑا غارت کیا (جو اُن کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا) ویسا ہی دعا اور التجاء اس فقیر قصوری کان اللہ لہ کی ہے۔ جو سچے دل سے تیرے دین متین کی تائید میں حتی الوسع ساعی ہے کہ تو مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو توبہ نصوح کی توفیق رفیق فرما۔ اور اگر یہ مقدّر نہیں تو ان کو مورد اس آیت فرقانی کا بنا۔ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَ بِالْاِجَابَۃِ جَدِیْرٌ۔ اٰمین"

پھر صٓ۲۶ کے حاشیہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضور کے اتباع کے متعلق لکھتا ہے :-

"تبًّا لہ ولاتباعہ" یعنے اس کے لئے اور اس کے پیروؤں کے لئے ہلاکت ہو۔

ناظرین کرام! غور فرماویں کہ کس قدر دیدہ دلیری ہے۔ قصوری کی کتاب موجود ہے (اگرچہ نایاب ہے میں نے خود یہ چھوٹی سی کتاب اڑھائی روپے میں خریدی ہے) اس کی بددعا موجود ہے۔ اور پھر اس نے اس دعا کے فیصلہ کے لئے ایک نظیر زمانہ سابق کی بھی پیش کر کے لکھ دیا ہے کہ (نعوذ باللہ) حضرت مرزا صاحبؑ کی ہلاکت قطعی ہے لیکن پھر بھی معترض پٹیالوی حضرت اقدسؑ کے بیان کو "سفید جھوٹ" کہہ رہا ہے ؎ تفو بر تو اے چرخ گردوں[1] تفو۔ پھر طرفہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود غلام دستگیر قصوری کی کتاب کا حوالہ مع عبارت تحریر فرما دیا ہے۔ چنانچہ حضورؑ نے اس کے لئے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی صٓ۳۳۰ پر فتح رحمانی مطبوعہ مطبع احمدی لدھیانہ ۱۳۱۵ھ ہجری کے صٓ۲۶ و صٓ۲۷ کی عبارت بھی نقل فرمائی ہے جو ہم اُوپر درج کر چکے ہیں۔ کیا انصاف اور دیانت داری کا تقاضا نہ تھا کہ منکر پٹیالوی اگر خدا سے نہیں تو دنیا سے ہی شرم کرتا اور اس قدر صریح مغالطہ دہی سے کام نہ لیتا۔ وَیْلٌ لَّھُمْ مِّمَّا یَکْسِبُوْنَ۔

---

[1] اس گردوں سے مراد مکذبین کا تار عنکبوت جیسے بھی کمزور خود ساختہ گردوں ہوتا ہے۔ (مؤلف)

مولوی اسمٰعیل علی گڑھی

مولوی اسمٰعیل صاحب علی گڑھی نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف بد دعا کی اور ایک رسالہ میں اسکو درج کیا۔ لیکن وہ رسالہ ابھی طبع ہی ہو رہا تھا کہ ملک الموت نے اسمٰعیل کو قبضہ میں کر لیا اور وہ اس لعنت کا شکار ہو گیا جو اس نے خدا کے فرستادہ پر کی تھی۔ اس کے مرنے نے اس کے تمام حامیوں پر موت وارد کر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے طباعت رسالہ کے دوران میں ہی اس بد دعا کو اُڑا دیا۔ بعض کے حاشیہ پر وہ طبع ہو گئی اور باقی سے مٹا دی گئی۔ اِس ناگہانی موت کے بعد اُن کاغذات کو تلف کر دیا گیا جن پر وہ طبع ہوئی تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مخلص نے اس رسالہ کے بعض کاغذ اسی اثنا میں حضور کے پاس بھیج دیئے۔ جس کی بنا پر حضور نے مختلف کتب میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ مولوی اسمٰعیل علی گڑھ والے نے میرے خلاف بد دعا کی تھی۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی میں حضور علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں :-

"مولوی اسمٰعیل نے اپنے ایک رسالہ میں میری موت کے لئے بد دعا کی تھی۔ پھر بعد اس بد دعا کے جلد مر گیا اور اس کی بد دعا اُسی پر پڑ گئی۔" (حاشیہ صفحہ ۲۳۰)

اِس حقیقت کو چھپانے کے لئے معترض نے اِس کو "سفید جھوٹ" قرار دیا ہے۔ مَیں کہتا ہوں کہ کیا وجہ ہے کہ مخالفین نے حضرت اقدس علیہ السلام کی حیات میں یہ سوال حضور علیہ السلام کے سامنے پیش نہیں کیا؟ صرف یہی وجہ تھی کہ ان کو حقیقت معلوم تھی۔ حضرت مولوی عبد اللہ صاحب سنوری رضی اللہ عنہ نے میرے سامنے مسجد مبارک قادیان میں شہادت دی تھی کہ مَیں نے وہ مطبوعہ کاغذات دیکھے تھے۔ ان کا سائز رسالہ فتح اسلام کے سائز کے برابر تھا۔ اس میں اسمٰعیل علیگڑھی کی بد دعا درج تھی جس کے بعد جلد ہی وہ مر گیا۔

یوں بھی منصف مزاج ناظرین خیال کر سکتے ہیں کہ اگر یہ جھوٹ تھا، خلافِ واقعہ تھا تو

اس کے لئے کونسی ضرورت مجبور کر رہی تھی۔ کیا حضرت اقدس علیہ السلام کی صداقت صرف اسمٰعیل علی گڑھی کی موت کے ذکر سے ہی وابستہ تھی؟ ہرگز نہیں۔ پس سچ یہی ہے کہ مولوی اسمٰعیل نے اپنے رسالہ میں بددعا کی لیکن وہ جلد مر گیا۔ اسلئے اس کو حاشیہ پر سے اُڑا دیا گیا۔ اور یہی وجہ تھی کہ مخالفین نے حضرتؑ کے بار بار تحریر فرمانے پر بھی اس کا انکار نہیں کیا۔

(۴) اس نمبر میں معترض پٹیالوی نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۹ سے ایک عبارت نقل کی ہے اور پھر لکھا ہے:۔

"اس عبارت میں چھ فقرے ہیں جو سب کے سب جھوٹے ہیں۔ مسلمانوں کا عقیدہ ۱۳۰۰ برس سے یہ چلا آتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام مکرر نزول کے بعد شریعت محمدی پر عمل کریں گے پھر معلوم نہیں کہ اس کے خلاف مرزا صاحب نے کس کتاب سے یہ فقرے نقل کر دیئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سؤر کھائیں گے اور شراب پئیں گے۔ کیا کوئی مرزائی بتا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ سب جھوٹ باتوں کا مجموعہ اور محض ہرزہ سرائی ہے۔" (عشرہ صفحہ ۹)

الجواب۔ (الف) یہ بات ایک غلط بیانی ہے کہ تیرہ سو (۱۳۰۰) برس سے مسلمان حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے منتظر رہے ہیں۔ جن کی وفات کو قرآن مجید نے مفصلاً ذکر کر دیا ہے اور جن کا دائرہ تبلیغ صرف اسرائیل کا گھرانہ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ۔ بھلا کون عقلمند مسلمان اس کا انتظار کر سکتا ہے۔ مسلمانوں کو مسیح موعود کی انتظار تھی لیکن نہ اسرائیلی مسیح کی بلکہ محمدی مسیح کی جس کی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ (صحیح بخاری) وہ تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ مسیح کی جسمانی زندگی اور جسمانی نزول کا خیال تو نصاریٰ کا اعتقاد ہے۔ جس کو فیج اعوج کے مسلمان کہلانے والوں نے اختیار کر لیا ہے۔ اور اسی بڑی غلطی کو دور کرنا مسیح موعود کے فرائض میں سے تھا اور اسی کی تشریح میں حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۹ کی متذکرہ عبارت ہے۔

(ب) معترض کی عبارت میں لفظ "مکرر نزول" قابل غور ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ پہلی مرتبہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے تھے تو ان کا نزول ہوا تھا تب ہی تو دوسری آمد کو مکرر نزول

سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اس سے اور کچھ نہیں تو نزول کے معنے کھل جاتے ہیں یعنے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ ایک شخص اس دنیا میں عورت کے پیٹ سے پیدا ہو تب بھی اس کی بعثت کو نزول سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اس میں اُن لوگوں کا جواب ہے جو لفظ نزول کی وجہ سے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کے لیۓ آسمان پر نگاہ لگائے بیٹھے ہیں۔

(ج) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آپ کو مثیل مسیح قرار دیا ہے اسلیئے یہ بات تو عقلاً بھی محال ہے کہ آپ مسیح علیہ السلام کی مذمت کریں۔ چنانچہ یہ بات ان حوالجات سے بھی ثابت ہے جو کسی دوسری جگہ مذکور ہیں کہ حضورؑ حضرت مسیح علیہ السلام کو نہایت پاک، متقی، پارسا اور برگزیدہ رسول یقین کرتے ہیں۔ اسلیئے حقیقۃ الوحی کی عبارت سے یہ استدلال بالبداہت باطل ہے اور خلاف منشاء متکلم ہے۔

(د) ہم بھی مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کے قائل ہیں اور دوسرے فرقے بھی۔ ہمارے نزدیک وہ موعود اُمّتِ محمدیہ کا ہی ایک فرد تھا جو آ چکا لیکن دوسرے لوگ ہنوز اس کے انتظار میں ہیں۔ وہ اسرائیلی مسیح کے منتظر ہیں۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس عبارت میں اس عقیدہ کی تردید فرمائی ہے کہ وہی اسرائیلی مسیح دوبارہ اُمّتِ محمدیہ میں آجائیگا۔ کیونکہ وہ ایک مستقل نبی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کا اس کی نبوت میں کوئی دخل نہ تھا اور نہ ہوگا۔ وہ دنیا میں جس مذہب کو لے کر آیا وہ بعض امور میں بقول نصاریٰ اسلام کے مخالف ہے۔ قرآن و انجیل، مسجد اور کلیسا کا اختلاف بالکل نمایاں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ نصاریٰ کہتے ہیں کہ جب مسیح آئے گا تو وہ انجیل کے مذہب کو رواج دیگا اور اسی کی شریعت یا احکام پر دنیا کو کاربند کرے گا۔ لیکن ایسا ہونا نصوص قرآنیہ کے خلاف ہے۔ اسلیئے جس طرح آیاتِ قرآنی وفاتِ مسیح پر دلالت کر رہی ہیں ویسا ہی شریعت اسلامیہ کا عالمگیر دائمی ہونا بھی پہلے مسیح کی جسمانی آمدِ ثانی کے خلاف ہے لہذا باطل ہے۔

اس تشریح کو سامنے رکھیئے اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارت کو پڑھیئے اور غور فرمائیے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیا بیان کرنا چاہتے ہیں اور معترض پٹیالوی کیا نتیجہ نکالتا ہے۔ عبارت یہ ہے:

"کسی حدیث صحیح سے اس بات کا پتہ نہیں ملے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی آنے والا ہے جو اُمتی نہیں یعنی آپ کی پیروی سے فیضیاب نہیں۔ اور اسی جگہ سے ان لوگوں کی غلطی ثابت ہوتی ہے جو خواہ حضرت عیسیٰؑ کو دوبارہ دنیا میں لاتے ہیں اور وہ حقیقت جو الیاس نبی کے دوبارہ آنے کی تھی جو خود حضرت عیسیٰؑ کے بیان سے کھل گئی اس سے کچھ عبرت نہیں پکڑتے۔ بلکہ جس آنیوالے مسیح موعودؑ کا حدیثوں سے پتہ لگتا ہے اس کا انہیں حدیثوں میں یہ نشان دیا گیا ہے کہ وہ نبی بھی ہوگا اور اُمتی بھی، مگر کیا مریمؑ کا بیٹا اُمتی ہو سکتا ہے؟ کون ثابت کرے گا کہ اس نے براہ راست نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے درجہ نبوت پایا تھا۔ ھذا ھو الحق ؕ فان تولّوا فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثمّ نبتھل فنجعل لعنۃ اللّٰہ علی الکٰذبین۔ اور ہزار کوشش کی جائے اور تاویل کی جائے یہ بات بالکل غیر معقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی آنے والا ہے کہ جب لوگ نماز کے لئے مساجد کی طرف دوڑیں گے تو وہ کلیسا کی طرف بھاگے گا، اور جب لوگ قرآن شریف پڑھیں گے تو وہ انجیل کھول بیٹھے گا، اور جب لوگ عبادت کے وقت بیت اللہ کی طرف منہ کریں گے تو وہ بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوگا۔ اور شراب پیئے گا اور سوٴر کا گوشت کھائے گا اور اسلام کے حلال و حرام کی کچھ پرواہ نہیں رکھے گا۔ کیا کوئی عقل تجویز کر سکتی ہے کہ اسلام کے لئے یہ مصیبت کا دن بھی باقی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی بھی آئے گا کہ جو مستقل نبوت کی وجہ سے آپ کی ختم نبوت کی مہر کو توڑ دے گا اور آپ کی فضیلت خاتم الانبیاء ہونے کی چھین لے گا۔ اور آپ کی پیروی سے نہیں بلکہ براہِ راست مقام نبوت حاصل رکھتا ہوگا اور اس کی عملی حالتیں شریعتِ محمدیہ کے مخالف ہوں گی۔ اور قرآن شریف کی صریح مخالفت کر کے لوگوں کو فتنہ میں ڈالے گا اور اسلام کی ہتک عزت کا موجب ہوگا۔ یقیناً سمجھو کہ خدا ہرگز ایسا نہیں

کریگا۔ بے شک حدیثوں میں مسیح موعود کے ساتھ نبی کا نام موجود ہے مگر ساتھ اس کے اُمتی کا نام بھی تو موجود ہے اور اگر موجود بھی نہ ہوتا تو مفاسد مذکورہ بالا پر نظر کر کے ماننا پڑتا کہ ہرگز ایسا ہو نہیں سکتا کہ کوئی مستقل نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آوے کیونکہ ایسے شخص کا آنا صریح طور پر ختمِ نبوت کے منافی ہے۔ اور یہ تاویل کہ پھر اس کو اُمتی بنایا جائے گا (جیسا کہ معترض پٹیالوی نے بزعم خویش تیرہ سو برس کا مذہب بتایا ہے۔ ابو العطاء) اور وہی نو مسلم نبی مسیح موعود کہلائے گا۔ یہ طریق عزتِ اسلام سے بہت بعید ہے۔ جس حالت میں حدیثوں سے ثابت ہے کہ اسی اُمت میں سے یہود پیدا ہوں گے تو افسوس کی بات ہے کہ یہود تو پیدا ہوں اس اُمت میں سے اور مسیح باہر سے آوے۔ کیا ایک خدا ترس کے لیے یہ ایک مشکل بات ہے کہ جیسا کہ اس کی عقل اس بات پر تسلی پکڑتی ہے کہ اس اُمت میں بعض لوگ ایسے پیدا ہوں گے جن کا نام یہود رکھا جائے گا، ایسا ہی اس اُمت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام عیسیٰ اور مسیح موعود رکھا جائے گا۔ کیا ضرورت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو آسمان سے اُتارا جائے اور اس کی مستقل نبوت کا جامہ اُتار کر اُمتی بنایا جائے؟" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۹-۳۰)

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منشاء معترض پٹیالوی کی نقل کردہ عبارت سے کیا ہے؟ فماذا بعد الحق الا الضلال۔

(خ) متذکرہ صدر امور کا تعلق زیادہ تر عیسائی عقائد سے ہے اور حضرت اقدسؑ کی اس عبارت کی زد براہِ راست اگرچہ کہلانے والے مسلمانوں کے خیالات پر پڑتی ہے مگر بالواسطہ عیسائی بھی مخاطب ہیں۔ چنانچہ اسی جگہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۹ کے حاشیہ پر حضرتؑ نے تحریر فرمایا ہے:۔

"حضرت عیسیٰؑ کے دوبارہ آنے کا مسئلہ عیسائیوں نے محض اپنے فائدہ کے لیے گھڑا تھا۔ کیونکہ ان کی پہلی آمد میں ان کی خدائی کا کوئی نشان ظاہر نہ ہوا۔ ہر دفعہ مار کھاتے رہے، کمزوری دکھلاتے رہے۔ پس یہ عقیدہ پیش کیا گیا کہ آمدِ ثانی میں وہ خدائی کا جلوہ دکھائیں گے اور پہلی کسریں نکالیں گے۔"

ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی عبارت سے مقصود یہ ہے کہ بتایا جائے کہ اے مسلمانو جس مسیح کے تم منتظر ہو وہ نہیں آ سکتا۔ آنے والا اُمّتِ محمدیہ کا ہی ایک فرد تھا اور وہ آگیا سعید اور خوش قسمت وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس کو قبول کر لیا۔

ہمارے اِن بیانات سے ظاہر ہے کہ معترض پٹیالوی اِس نمبر میں بھی غلطی خوردہ ہے ورنہ اس نے پبلک کو مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے جو نہایت ناپاک کام ہے۔

(۵) معترض پٹیالوی نے حقیقۃ الوحی نیز جنگ مقدس مت۲ سے فقرات ذیل نقل کئے ہیں:۔

"جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لیکر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔"

اور پھر لکھا ہے:۔

"اِن دونوں حوالوں کا مطلب یہ ہے کہ آتھم پندرہ ماہ کے اندر مر جائے گا۔ لیکن اِس صاف صاف بیان کے برخلاف کشتی نوح کے صفہ پر تحریر کرتے ہیں کہ پیشگوئی میں یہ بیان تھا کہ جو شخص اپنے عقیدے کی رُو سے جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا۔"

اب دیکھ لیجئے کہاں پندرہ ماہ کا تعین اور کہاں جھوٹے کا سچے سے پہلے مرنا۔ یہ پچھلا فقرہ بالکل جھوٹ اسلئے تراشا گیا ہے کہ آتھم میعاد مقررہ میں فوت نہیں ہوا تھا۔ (کیونکہ اس نے "بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے" کی شرط سے فائدہ اٹھا لیا تھا۔ ابو العطاء) اس سے پیشگوئی کے کذب پر پردہ پڑ جائے گا مگر اس ایلفریبی کا شکار مرزائی ہی ہو سکتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے نورِ ایمان بخشا ہے وہ اس قسم کی چالاکی کو فوراً تاڑ لیتے ہیں۔" (عشرہ ص۲۰۰)

الجوابُ الاوّل۔ معترض نے جھوٹے کے پہلے مرنے کی پیشگوئی کو "بالکل جھوٹ"

قرار دیا ہے اور کشتی نوح صث پر اس کے ذکر کو چالاکی گردانا ہے اسلئے ہم اس جگہ کشتی نوح کی ساری عبارت درج کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:-

"پیشگوئی نے صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ اگر وہ حق کی طرف رجوع کرے گا تو پندرہ مہینہ میں نہیں مرے گا۔ سو اس نے عین جلسہ مباحثہ پر ستر معزز آدمیوں کے روبرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دجال کہنے سے رجوع کیا۔ اور نہ صرف یہی بلکہ اس نے پندرہ مہینہ تک اپنی خاموشی اور خوف سے اپنا رجوع ثابت کر دیا اور پیشگوئی کی بناء یہی تھی کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دجال کہا تھا۔ لہذا اس نے رجوع سے صرف اس قدر فائدہ اٹھایا کہ پندرہ مہینے کے بعد مرا مگر مر گیا۔ یہ اسلئے ہوا کہ پیشگوئی میں یہ بیان تھا کہ فریقین میں سے جو شخص اپنے عقیدہ کے رُو سے جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا۔ سو وہ مجھ سے پہلے مر گیا۔"

ناظرین کرام! آپ نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس عبارت میں بھی پندرہ مہینہ کا ذکر کیا ہے اسلئے یہ کہنا کہ جھوٹے کے پہلے مرنے کا ذکر محض چالاکی سے کر دیا غلط ہے۔ ہاں چونکہ اس پیشگوئی کا مفاد اور ماحصل بہر صورت یہ تھا کہ جھوٹا شخص پہلے مرے گا اور اس کے رجوع الی الحق نہ کرنے کی صورت میں تو پندرہ مہینہ کی قید اور حد لگا دی گئی تھی لیکن مطلق طور پر جھوٹے کا پہلے مرنا بھی بین السطور مذکور تھا اسلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مطلق حصہ کو بھی ذکر فرمایا ہے۔ پندرہ مہینہ کا تعین عدم رجوع الی الحق کی صورت میں تھا۔ اس نے رجوع کیا۔ (جیسا کہ مفصل فصل دہم میں مذکور ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ) اور اس شرطی حصہ سے فائدہ اٹھایا لیکن وہ مطلق موت کاذب کی ضمنی صورت سے بچ نہ سکا اور مر گیا۔ پس اس اعتراض کا پہلا جواب تو یہی ہے کہ اگرچہ جنگِ مقدس کے الفاظ میں عدم رجوع کی صورت میں پندرہ ماہ معین تھے لیکن جب رجوع ہوا اور عیسائی گروہ اس کا انکار کرتا رہا۔ تو ان کو سخت ذلت پہنچانے کی خاطر آتھم کا پہلے مرنا ہی پیشگوئی کا منشاء تھا۔ اس کھلی حقیقت کا انکار کرنا تحکم ہے اور اس بیان کو جھوٹ قرار دینا تو صاف بے ایمانی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آتھم کی موت سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

اس کے اخفاءِ حق پر بہت سے انعامی اشتہارات دیئے، اس کو عدالت میں نالش کرنے کے لئے کہا۔ بالآخر محض حلف اٹھا لینے پر انحصارِ فیصلہ رکھا لیکن جب وہ ہر رنگ میں ساکت اور لاجواب رہا تو آپ نے خود ہی اعلان فرما دیا:-

(الف) "خدا تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ میں بس نہیں کروں گا جب تک اپنے قوی ہاتھ کو نہ دکھلاؤں اور شکست خوردہ گروہ کی سب پر ذلت ظاہر نہ کروں ہاں اس نے اپنی اس عادت اور سنت کے موافق جو اس کی پاک کتابوں میں مندرج ہے آتھم صاحب کی نسبت تاخیر ڈال دی کیونکہ مجرموں کے لئے خدا کی کتابوں میں یہ ازلی وعدہ ہے جس کا تخلف روا نہیں کہ خوفناک ہونے کی حالت میں ان کو کسی قدر مہلت دی جاتی ہے اور پھر اصرار کے بعد پکڑے جاتے ہیں ..... اب اگر آتھم صاحب قسم کھا لیویں تو وعدہ ایک سال قطعی اور یقینی ہے۔ جس کے ساتھ کوئی بھی شرط نہیں اور تقدیر مبرم ہے۔ اور اگر قسم نہ کھاویں تو پھر بھی خدا تعالیٰ ایسے مجرم کو بے سزا نہیں چھوڑے گا جس نے حق کا اخفاء کر کے دنیا کو دھوکا دینا چاہا لیکن ہم اس مؤخرالذکر شق کی نسبت ابھی صرف اتنا کہتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے اپنے نشان کو ایک عجیب طور پر دکھلانے کا ارادہ کیا ہے جس سے دنیا کی آنکھ کھلے اور تاریکی دور ہو۔ اور وہ دن نزدیک ہیں دور نہیں۔ مگر اس وقت اور گھڑی کا علم جب دیا جائے گا تب اس کو شائع کر دیا جائے گا۔"

(اشتہار انعامی چار ہزار روپیہ۔ تبلیغ رسالت جلد ۳ صفحہ ۱)

(ب) "تاہم یہ کنارہ کشی آتھم کی بے سود ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ مجرم کو بے سزا نہیں چھوڑتا۔ نادان پادریوں کی تمام یاوہ گوئی آتھم کی گردن پر ہے۔ اگرچہ آتھم نے نالش اور قسم سے پہلو تہی کر کے اپنے اس طریق سے صاف بتلایا کہ ضرور اس نے رجوع بحق کیا۔ اور تین حملوں کے طرزِ وقوع سے بھی جن کا وہ مدعی تھا کھلے طور پر بتلا دیا کہ وہ حملے انسانی حملے نہیں تھے مگر پھر بھی آتھم اس جرم

سے بَری نہیں ہے کہ اس نے حق کو علانیہ طور پر زبان سے ظاہر نہیں کیا۔" (رسالہ ضیاء الحق مطبوعہ مئی ۱۸۹۵ء صفحہ ۱۹)

اس قسم کی اور بھی بہت سی عبارتیں ہیں جن سے ظاہر ہے کہ جب آتھم نے نالش کرنے اور حلف اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس طرح عوام پر حق کو مشتبہ کرنا چاہا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی جلد موت اور ہلاکت کا اعلان فرما دیا۔ اندریں صورت کشتی نوح صفحہ ۶ کی عبارت کو "جھوٹ" قرار دینا نہایت درجہ کی خبث باطنی ہے۔ فرض کر لو کہ جنگ مقدس کی عبارت میں یہ صراحت نہیں تھی کہ کاذب صادق سے پہلے مرے گا۔ لیکن ان پیشگوئیوں کا کیا جواب دے سکتے ہو جو اسی سلسلہ میں مختلف اشتہارات کے ذریعہ بیان کی گئیں۔ اور ان میں آتھم کی جلد موت کا اظہار کیا گیا۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے لکھا ہے:۔

"مرزا جی کی پیشگوئی ہے کہ عنقریب آتھم مرجائیگا۔" (الہامات صفحہ ۴۲)

الغرض اس نمبر میں معترض پٹیالوی نے جو جھوٹ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف منسوب کرنا چاہا ہے وہ محض اس کا دھوکا ہے ورنہ درحقیقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دونوں پیشگوئیاں موجود ہیں۔ فلا اشکال فیہ۔

(۶) منشی محمد یعقوب صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ کی بیماری کے وقت بہت دعائیں کیں۔ اس ذکر کے بعد منشی صاحب کے اپنے الفاظ میں اعتراض یہ ہے کہ:۔

"ان دعاؤں میں مرزا صاحب کو دعا کی قبولیت اور ان کی صحت کی بشارت بھی دو بار ملی۔ الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۱۲ و ۲۴ ستمبر ۱۹۰۵ء جن میں بشارات صحت درج ہیں لیکن مولوی عبدالکریم ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو مر گئے اور قبولیت دعا کی بشارات غلط ثابت ہوئیں۔ ان بشارات کے مقابلہ میں مرزا صاحب کا سفید جھوٹ (خاکش بدہن۔ مؤلف) ملاحظہ ہو حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۲۶ میں لکھتے ہیں کہ "ایک مخلص دوست یعنی مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اس بیماری کاربنکل یعنی سرطان سے فوت ہو گئے تھے ان کے لیئے میں نے بہت دعا

کی تھی مگر ایک الہام بھی ان کے لیے تسلی بخش نہ تھا۔" اوپر بجائے ایک کے دو الہاموں کے حوالے درج کر دیئے گئے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں حقیقۃ الوحی کا بیان کتنا صاف جھوٹ ہے۔" (عشرہ ص۸۰)

الجواب۔ معترض نے اخبار الحکم کے دو نمبروں کا حوالہ دیکر صحت کے دو الہاموں کا دعویٰ کیا ہے۔ کیا ان مقامات پر کوئی الہام ایسا ہے جس میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی صحت کا ذکر ہو؟ معترض خود لکھتا ہے:-

"الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء ص۱۲ میں بھی مولوی صاحب (حضرت مولانا عبدالکریم رضی اللہ عنہ۔ ناقل) کی حالت اور اپنے متوحش الہامات کا ذکر کر کے الہام الٰہی کی بنا پر لکھتے ہیں کہ قضا و قدر تو ایسی ہی (مولوی صاحب کی موت کی) تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحم سے ردّ بلا کر دیا۔ الحکم ۲۴ ستمبر ۱۹۰۵ء میں لکھا ہے کہ خود اعلیٰحضرت (مرزا صاحب) کا بہت بڑا حصہ دعاؤں میں گزرتا ہے اور کالم ۲ میں لکھا ہے کہ خدا کے مسیح کی دعائیں اس کے ساتھ ہیں۔ اور اس کالم میں ۲۲ ستمبر کا ایک الہام بھی درج ہے جو دعا کے بعد ہوا۔ طلع البدر علینا من ثنیات الوداع۔ الحکم ۳۰ ستمبر ۱۹۰۵ء۔ ۲۷ ستمبر کو جماعت کو نصیحت کی کہ کل جنگل میں جا کر مولوی صاحب کے لئے دعا کریں اور خود بھی ۲۸ کو صبح ہی باغ میں گئے اور کئی گھنٹہ تک تخلیہ میں دعا کی۔" (عشرہ ص۹۲،۹۳)

ہم نے مؤلف عشرہ کے اپنے الفاظ اوپر درج کر دیئے ہیں ان میں ایک بھی ایسا الہام یا اللہ تعالیٰ کے ایسے الفاظِ وحی مذکور نہیں جنہیں مولوی صاحب کی صحت کی بشارت کہا جائے۔ بلکہ مؤلف مذکور کے الفاظ میں ہی ۱۰ ستمبر کے الحکم میں "متوحش الہامات" کا ذکر ہے۔ طلع البدر علینا کا حضرت مولوی صاحب کی صحت کی خبر سے کوئی علاقہ نظر نہیں آتا۔ یہی وجہ تھی کہ ۲۸ ستمبر کو سب جماعت کو جنگل میں جا کر دعا کرنے کی نصیحت کی اور خود بھی عرصہ تک دعا فرماتے رہے۔ مؤلف عشرہ کی منقولہ عبارت اس کے دعویٰ پر خود ایک زبردست تبر ہے۔

بے شک یہ درست ہے کہ حضرت مولوی صاحب کی صحت کے لیئے بہت دعائیں[1] کی گئیں علاج کئے

---

[1] عدم قبولیت دعا پر فصل ہشتم میں بحث کی جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (مؤلف)

گئے۔ بلکہ حضرت اقدسؑ فرطِ محبت کے باعث بعض کشوف ذو المحتملین کی تعبیر صحت بھی فرماتے رہے مگر یہ غلط، سراسر غلط، جھوٹ اور محض افترا ہے کہ حضرت اقدسؑ کو ایک یا دو الہام حضرت مولوی صاحب کی صحت کی بشارت پر مشتمل بھی ہوئے۔ سلسلہ احمدیہ کا سارا لٹریچر چھان مارو، تمام کتابیں پڑھ جاؤ، سب اخبارات کی ورق گردانی کر لو مگر ایک بھی ایسا الہام پیش نہ کر سکو گے جس میں حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ کی صحت کی خبر دی گئی ہو۔ اگر تم ایک الہام بھی الہامی الفاظ میں مبشر اور صحت کی خبر دینے والا ثابت کر دو تو یکصد روپیہ انعام حاصل کرو۔ مگر یاد رکھو کہ تم ایسا ہرگز نہ کر سکو گے ولو کان بعضکم لبعضٍ ظهيراً۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ ارشاد بالکل درست ہے کہ "ایک الہام بھی اُن کے لیئے تسلی بخش نہ تھا" اور معترض کا یہ دعویٰ کہ دو الہام مشتمل بر صحت اور تسلی بخش تھے سراسر غلط اور نرا جھوٹ ہے ولعنة الله على الکاذبین۔

بھلا اتنا ہی غور فرمایئے کہ اگر ۱۰ ستمبر یا ۲۲ ستمبر کے الحکم میں تسلی بخش الہام درج تھا تو ۲۰ ستمبر کو غیر معمولی اہتمام سے جنگل میں جا کر دعا مانگنے کا حکم کیوں دیا تھا؟ معلوم ہوا کہ معترض پٹیالوی نے اِس اعتراض کرنے میں بھی دیانتداری سے کام نہیں لیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاف طور پر تحریر فرمایا ہے :-

"سال گذشتہ میں یعنی ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو ہمارے ایک مخلص دوست یعنی مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم اسی بیماری کار بنکل یعنی سرطان سے فوت ہو گئے تھے۔ ان کے لیئے بھی میں نے بہت دعا کی تھی مگر ایک بھی الہام ان کے لیئے تسلی بخش نہ تھا بلکہ بار بار یہ الہام ہوتے رہے کہ کفن میں لپیٹا گیا[1]۔ ۴۷ برس کی عمر[2]۔ انا لله وانا اليه راجعون۔ انّ[3] المنايا لا تطيش سهامها یعنی موتوں کے تیر خطا نہیں جاتے۔ جب اس پر بھی دعا کی گئی تب الہام ہوا یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم، تؤثرون الحیوة الدنیا۔ یعنی

---

[1] الہام ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء ملاحظہ ہو بدر جلد ۱ نمبر ۲۳ صـ ۲۔ [2] الہام ۲ ستمبر ۱۹۰۵ء مندرجہ بدر مذکور۔ [3] الہام ۹ ستمبر ۱۹۰۵ء دیکھو الحکم جلد ۹ نمبر ۳۲ صـ ۲۔ (مؤلف)

اے لوگو! تم اس خدا کی پرستش کرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے یعنی اسی کو اپنے کاموں کا کارساز سمجھو اور اس پر توکّل رکھو۔ کیا تم دنیا کی زندگی کو اختیار کرتے ہو۔ اس میں یہ اشارہ تھا کہ کسی کے وجود کو ایسا ضروری سمجھنا کہ اس کے مرنے سے نہایت درجہ کا ہرج ہو گا ایک شرک ہے۔ اور اس کی زندگی پر نہایت درجہ کا زور لگا دینا ایک قسم کی پرستش ہے۔ اس کے بعد میں خاموش ہو گیا اور سمجھ لیا کہ اس کی موت قطعی ہے۔ چنانچہ وہ ۱۱ر اکتوبر ۱۹۰۵ء کو بروز چہارشنبہ بوقت عصر اس فانی دنیا سے گزر گئے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۲۶)

ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی کی گواہی

معترض پٹیالوی نے اپنی کتاب میں ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کی کتاب سے بہت کچھ کاسہ لیسی کی ہے اسلئے بطور الزام خصم ہم اس بارہ میں کہ آیا کوئی الہام حضرت مولوی صاحب کی صحت پر مشتمل ہوا تھا؟ ڈاکٹر عبدالحکیم کی شہادت پیش کرتے ہیں۔ عبدالحکیم مرتد ہو چکا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسے جماعت سے خارج کر چکے ہیں۔ مگر پھر بھی اس امر خاص کے متعلق اس نے لکھا ہے کہ:۔

"مولوی عبدالکریم صاحب کے ایام مرض میں باوجود مخالفت الہامات کے آپ بہت سے خوابات کو مبشر فرماتے رہے اور ان سے صحت و حیات کیطرف استدلال کرتے رہے۔ مجھے کبھی ایک منٹ کے واسطے بھی صحت و حیات کا خیال نہیں ہوا۔ بلکہ میں الحکم اور البدر میں وہ اقوال پڑھ کر صاف کہہ دیا کرتا تھا کہ ان میں کوئی مبشر خبر نہیں بلکہ آخری ناکامی اور مایوسی پر دلالت کرتے ہیں۔" (الذکر الحکیم نمبر ۴ صفحہ ۱۵)

پھر اسی ڈاکٹر عبدالحکیم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جوابی خط میں سے حضور کے یہ الفاظ بھی شائع کئے ہیں:۔

"ہر ایک کو معلوم ہے کہ جو کچھ مولوی صاحب مرحوم کی نسبت الہام کے ذریعہ سے معلوم ہوا وہ ان کی موت تھی۔ چنانچہ بار بار ان کے انجام

کی نسبت اخبارات میں یہ الہام چھپوائے گئے اِنَّ المَنَایَا لَا تَطِیشُ سِھَامُھَا یعنی موت کے تیر نہیں ٹلیں گے۔ مبرم موت ہے۔ پھر الہام ہوا کفن میں لپیٹا گیا۔ پھر الہام ہوا ۴۷ برس کی عمر۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون۔ چنانچہ پورے ۴۷ برس کی عمر میں فوت ہو گئے۔ الخ"

(الذکر الحکیم نمبر ۴ صفحہ ۲۲)

ان بیانات سے ظاہر ہے کہ حضرت مولانا عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ کی صحت یابی کی خبر پر مشتمل الہام حضرت اقدسؑ کو کوئی نہ ہوا تھا بلکہ الہامات ظاہری الفاظ میں اس کے برخلاف متواتر موت کی خبر دے رہے تھے۔ لہٰذا معترض پٹیالوی نے حضورؑ کے بیان مندرجہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۲۶ کو جھوٹ قرار دے کر ایک ناپاک افترا کیا ہے۔ ع

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

(۷) حضرت یونسؑ کے واقعہ کی حقیقت

معترض پٹیالوی نے لکھا ہے:۔

"جب نکاح والی پیشگوئی کے پورا ہونے سے مرزا صاحب مایوس ہو گئے اور قلبی صدمہ کے علاوہ مرزا صاحب کو اعتراضوں کی بوچھاڑ اور خوف کا خیال ہوا تو آپ آخری وقت[1] کی تصنیف تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۲ و ۱۳۳ میں لکھتے ہیں کہ نکاح کے لیے ایک شرط تھی۔ جب ان لوگوں نے شرط کو پورا کر دیا تو نکاح فسخ ہو گیا یا تاخیر[2] میں پڑ گیا۔ آگے چل کر کہتے ہیں کہ "کیا یونس علیہ السلام کی پیشگوئی نکاح پڑھنے سے کچھ کم تھی۔ جس میں بتایا گیا تھا کہ آسمان پر یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ ۴۰ دن تک اس قوم پر عذاب نازل ہوگا مگر عذاب نازل نہ ہوا۔ حالانکہ اس میں کسی شرط کی تصریح

---

[1] تتمہ حقیقۃ الوحی ۲۰ مارچ ۱۹۰۷ء کی تصنیف ہے۔ اس کے بعد حضورؑ نے چشمہ معرفت، رسالہ پیغام صلح وغیرہ تالیف فرمائی ہیں۔ اس کو آخری وقت کی تصنیف کہنا ہی جھوٹ ہے۔ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو حضورؑ کا وصال ہوا ہے باقی شرط کا ذکر تو اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء اور انجام آتھم صفحہ ۲۱۲ پر بھی مذکور ہے۔ کما مر و سیاتی ایضاً یہ دوسرا جھوٹ ہے۔ (مؤلف)۔ [2] اس "یا" کی حکمت فصل دہم میں مذکور ہے۔ ۱۲

نہ تھی۔ پس وہ خدا جس نے ایسا ناطق فیصلہ منسوخ کر دیا اس پر کیا مشکل تھا کہ اس طرح نکاح کو بھی منسوخ یا کسی وقت پر ٹال دے"۔ اس قول میں مرزا صاحب نے پیٹ بھر کر جھوٹ بولا ہے۔ بلکہ ایک نہیں کئی جھوٹ بولے ہیں۔" (عشرہ صفحہ ۱۰۱)

الجواب۔ ہم قبل ازیں لکھ چکے ہیں کہ محمدی بیگم والی پیشگوئی پر مبسوط بحث فصل دہم میں ہو گی اور وہاں پر ہی معترض پٹیالوی کی "تحقیق لاثانی" کے بخیئے ادھیڑے جائیں گے انشاء اللہ اسلئے ہم اس جگہ اس بحث کو چھوڑتے ہیں۔ معترض نے حضرت اقدسؑ کے اس بیان کو جو حضرت یونسؑ کی پیشگوئی کے متعلق ہے جھوٹ قرار دیا ہے لہذا ہم اختصاراً اس کے اعتراضات کو درج کر کے اس پیشگوئی پر بحث کرتے ہیں۔ مگر پیشتر ازیں یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ ہمارے نبی قرآن مجید اور تمام آسمانی کتابوں کے مذہب کے مطابق وعیدی پیشگوئی اصلاح اور تخویف کے لئے کی جاتی ہے۔ بنا بریں اس غرض کے حاصل ہو جانے پر پیشگوئی بہرحال درست اور سچی سمجھی جائے گی۔

قوم یونسؑ پر عذاب کے لئے چالیس دن کا تعیّن

قوله۔ "مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر چالیس دن تک عذاب نازل ہو گا محض غلط ہے۔ اس فیصلہ کا ذکر نہ قرآن شریف میں ہے نہ کسی صحیح حدیث میں نہ توراۃ و انجیل میں۔" (عشرہ صفحہ ۱)

اقول۔ حضرت یونسؑ نے اپنی قوم کے لئے عذاب کی پیشگوئی کی۔ عذاب نہ آیا بلکہ ٹل گیا۔ یہ نفس مضمون ہے جس پر قرآن مجید، احادیث اور توراۃ سب متفق ہیں۔ آخر الذکر دونوں یعنی توراۃ و احادیث میں چالیس دن کی تعیین بھی موجود ہے لیکن بایں ہمہ معترض کی دیدہ دلیری اور جسارت قابل داد ہے گویا ع دروغ گوئم بر روئے تو، والا معاملہ ہے۔

قرآن مجید اور یونسؑ کی پیشگوئی

فرمایا۔ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ (یونس)

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (الانبیاء ع۶) وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ۔ الآیات (الصافات ع۵) فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ۝ لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ۝ (القلم ع۲)

ترجمہ۔ کیوں کوئی ایسی بستی نہ ہوئی کہ وہ نفع دینے والا ایمان لائی ہو بجز قوم یونس کے۔ وہ لوگ جب ایمان لائے تو ہم نے اُن پر سے دنیا میں ذلت کا عذاب دُور کر دیا اور ان کو ایک عرصہ تک فائدہ دیا۔ یونس کو یاد کر جبکہ وہ ناراض ہو کر چلا گیا اور اس نے خیال کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے۔ اندھیروں میں اس نے پکارا کہ اے خدا بجز تیرے کوئی معبود نہیں تو پاک ہے اور میں ظالم ہوں۔ ہم نے اس کی پکار کو سنا اور اس کو غم سے نجات بخشی۔ ہم اسی طرح مومنوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔ یقیناً یونسؑ رسولوں میں سے ہے۔ خیال کرو جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگ کر گیا۔ قرعہ پڑا تو اس کو ہی گرایا گیا۔ اے نبی! تو اپنے رب کے حکم پر صبر کر اور مچھلی والے (یونسؑ) کی طرح مت بن۔ جبکہ اس نے غصہ کی حالت میں پکارا۔ اگر اسکے رب کی نعمت اس کی دستگیری نہ کرتی تو وہ قابلِ مذمت قرار دیا جا کر میدان میں پھینک دیا جاتا۔"

اِن آیات میں حضرت یونسؑ کی ناراضگی، ان کے بھاگ جانے، مچھلی کے منہ میں چلے جانے اور پھر قوم یونسؑ سے عذابِ موعود کے ٹل جانے کا ذکر ہے۔ معاملہ بالکل صاف ہے کہ عذابِ موعود کے ٹل جانے پر حضرت یونسؑ ناراض ہوئے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ بہرحال اِن آیات سے حضرت یونسؑ کے وعدہ کردہ عذاب کے ٹل جانے اور پھر ان کے غضبناک ہونے کا نہایت واضح ثبوت ملتا ہے۔ اِس بات کا انکار تو وہی کر سکتا ہے جو محض ضدی ہو۔

احادیث و تفاسیر اور حضرت یونسؑ کا واقعہ

(۱) حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ہے جس میں لکھا ہے:۔

بَعَثَ اللّٰہُ یونس الیٰ اھلِ قریتہ فردّوا علیہ ما جاءھم بہ

فامتنعوا منه فلمّا فعلوا ذالك اوحی اللہ الیہ انّی مرسلٌ الیھم العذابَ فی یوم کذا وکذا فاخرج من بین اظھرھم فاعلم قومه الذی وعد اللہ من عذابه ایّاھم فقالوا ارمقوہ فان خرج من بین اظھرکم فھو واللہ کائنٌ ما وعدکم فلما کانت اللیلۃُ التی وُعِدوا بالعذاب فی صبیحتھا ادلج فراٰہ القوم فحذروا فخرجوا من القریۃ الیٰ براز من ارضھم و فرّقوا بین کلّ دابة و ولدھا ثم عجّوا الی اللہ وانابوا واستقالوا فاقالھم اللہ وانتظر یونسُ الخبرَ عن القریۃ واھلھا حتّی مرّ به مارٌّ فقال مافعل اھلُ القریۃ قال ان نبیّھم لمّا خرج من بین اظھرھم عرفوا انّه صدقھم ماوعدھم من العذاب فخرجوا من القریۃ الی برازٍ من الارض ثم فرقوا بین کلّ ذات ولدٍ وولدھا ثم عجّوا الی اللہ وتابوا فتقبّل منھم واَخّر عنھم العذاب فقال یونسُ عند ذالک لا ارجعُ الیھم کذّاباً ابداً ومضیٰ علیٰ وجھه۔ اخرجه ابن جریر وابن حاتم۔" (فتح البیان جلد ۵ صفحہ ۷۹)

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونسؑ کو ان کی بستی والوں کے لئے مبعوث فرمایا انہوں نے اُسے ماننے سے انکار کر دیا اور اس پر مُصر ہوئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے حضرت یونسؑ پر وحی نازل کی کہ میں ان پر فلاں دن عذاب نازل کرنے والا ہوں۔ پس تو ان کے درمیان سے نکل جا۔ حضرت یونسؑ نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے اس وعدۂ عذاب سے آگاہ کر دیا۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ یونس کو دیکھتے رہو اگر تو وہ تمہارے درمیان سے باہر نکل گیا تو سمجھو کہ اس نے جو خبر سُنائی ہے وہ ضرور ہو کر رہے گی جب وہ رات آئی جس کی صبح ان پر عذاب آنے کا وعدہ تھا تو حضرت یونسؑ رات کے وقت نکل گئے۔ لوگ انہیں جاتا دیکھ کر گھبرا گئے۔ وہ سب بھی بستی سے باہر ایک کھلے میدان میں نکل آئے اور انہوں نے ہر بچّہ کو اس کی ماں سے علیحدہ کر دیا خوب

روئے پیٹے اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھکے اور معافی مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرما دیا۔

ادھر (جنگل میں) حضرت یونسؑ بستی اور بستی والوں کے بارے میں کسی خبر کے منتظر تھے۔ ان کے پاس سے ایک آدمی گزرا انہوں نے اس سے دریافت کیا کہ بستی والوں کے ساتھ کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا کہ ان کا نبی جب ان کے درمیان سے چلا گیا تو وہ سمجھ گئے کہ اس نے عذاب کا جو وعدہ دیا تھا وہ سچا ہے پس وہ کھلے میدان میں آ گئے اور بچوں کو ماؤں سے الگ کر دیا، توبہ کی اور خدا کے حضور زاری کی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی دُعا سُن لی اور ان سے عذاب ٹال دیا۔ اس پر حضرت یونسؑ نے کہا کہ میں اب ان کی طرف کذاب ہو کر نہیں لوٹوں گا۔ چنانچہ وہ وہاں سے آگے چلے گئے۔"

(۲) اِنَّ یُوْنُسَ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ قَدْ وَعَدَ قَوْمَہُ الْعَذَابَ وَاَخْبَرَھُمْ اَنَّہٗ یَأْتِیْھِمْ اِلٰی ثَلَاثَۃِ اَیَّامٍ۔

ترجمہ۔ حضرت یونسؑ نے اپنی قوم کو عذاب کا وعدہ دیا اور ان کو خبر دی کہ تین دن تک ان پر عذاب آ جائے گا۔" (ابن جریر جلد ۱۱ ص۱۱۹)

(۳) وَکَانَ یُوْنُسُ قَدْ وَعَدَھُمُ الْعَذَابَ بِصُبْحِ ثَالِثَۃٍ (ابن جریر جلد ۱۱ ص۱۱)

(۴) امام نیشاپوری لکھتے ہیں:۔

"وَقِیْلَ قَالَ لَھُمْ یُوْنُسُ اِنَّ اَجَلَکُمْ اَرْبَعُوْنَ لَیْلَۃً فَقَالُوْا اِنْ رَأَیْنَا اَسْبَابَ الْھَلَاکِ اٰمَنَّا بِکَ فَلَمَّا مَضَتْ خَمْسٌ وَ ثَلَاثُوْنَ اَغَامَتِ السَّمَآءُ غَیْمًا اَسْوَدَ ھَائِلًا یُدْخِنُ دُخَانًا شَدِیْدًا ثُمَّ یَھْبِطُ حَتّٰی یَغْشٰی مَدِیْنَتَھُمْ وَیَسْوَدُّ سُطُوْحَھُمْ فَلَبِسُوا الْمُسُوْحَ وَبَرَزُوْا اِلَی الصَّعِیْدِ بِاَنْفُسِھِمْ وَنِسَآئِھِمْ وَصِبْیَانِھِمْ ..... وَ اَظْھَرُوا الْاِیْمَانَ وَالتَّوْبَۃَ وَتَضَرَّعُوْا فَرَحِمَھُمْ وَکُشِفَ عَنْھُمْ وَکَانَ یَوْمَ عَاشُوْرَآءَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ۔"

(تفسیر النیشاپوری جلد ۱۱ برحاشیہ ابن جریر جلد ۱۱ ص۱۲۵)

ترجمہ۔ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ تمہاری مدت چالیس دن مقرر ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم نے ہلاکت کے علامات دیکھے تو تجھ پر ایمان لے آئیں گے۔ جب ۳۵ دن گزر گئے تو آسمان پر سخت خوفناک سیاہ دھواں دھار بادل آیا اور اس نے ان کے شہر کو ڈھانپ لیا اور ان کی چھتوں پر چھا گیا۔ تب انہوں نے ٹاٹ پہنے اور عورتوں بچوں سمیت میدان میں نکلے۔ اور انہوں نے ایمان و توبہ کا اظہار کیا اور زاری کی۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کیا اور اس عذاب کو ٹال دیا۔ یہ واقعہ بروز جمعہ عاشورا کے دن ہوا۔"

ان روایات سے ظاہر ہے کہ حضرت یونسؑ کو وحی ہوئی اور ان کی قوم پر مقررہ دن یا چالیس دن تک عذاب آنے کی پیشگوئی کی گئی۔ حضرت یونسؑ نے اس پیشگوئی کو اپنی قوم کے سامنے نہایت تحدی سے پیش کیا لیکن ان لوگوں کی توبہ اور انابت کے باعث وہ عذاب دور کردیا گیا اور وہ لوگ عذاب سے بچ گئے۔ جس پر حضرت یونسؑ ناراض ہوئے اور بھاگ نکلے اور کہا کا ارجع الیھم کذاباً ابداً۔ میں اب جھوٹا ہوکر ان میں نہ جاؤں گا۔ افسوس کہ اس قدر واضح روایت کی موجودگی میں کہا جاتا ہے کہ اس واقعہ کا کہیں ذکر نہیں۔ اُف! اتنی غلط بیانی؟

انجیل اور حضرت یونسؑ کا واقعہ

اناجیل میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح نے فرمایا:۔

(۱) "اس زمانے کے برے اور زناکار لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائے گا۔ کیونکہ جیسے یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہیگا۔ نینوا کے لوگ اس زمانہ کے لوگوں کے ساتھ عدالت کے دن کھڑے ہو کر انہیں مجرم ٹھہرائیں گے کیونکہ انہوں نے یونس کی منادی پر توبہ کرلی۔ اور دیکھو یہاں وہ ہے جو یونس سے بھی بڑا ہے۔" (متی ۱۲ / ۳۹-۴۱)

(۲) "نینوا کے لوگ اس زمانے کے لوگوں کے ساتھ عدالت کے دن کھڑے ہو کر انہیں مجرم ٹھہرائیں گے۔ کیونکہ انہوں نے یونس کی منادی پر توبہ کرلی۔ اور

دیکھو یہاں وہ ہے جو یونس سے بھی بڑا ہے" (لوقا ۱۱/۳۲)

تورات کا بیان

ان بیانات سے حضرت یونسؑ کے نشان اور ان کی قوم کی توبہ کا ذکر ظاہر ہے۔ تورات جو یہود و نصاریٰ کی مشترکہ الہامی کتاب ہے اس میں یہ واقعہ زیادہ تفصیل سے موجود ہے۔ تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ معترض ٹیپالوی نے جھوٹ بولنے کا اجارہ لے رکھا ہے۔ آپ ایک طرف اس کے دعویٰ کو پڑھئے اور دوسری طرف بائیبل کے ان الفاظ کا مطالعہ کیجئے۔ لکھا ہے:۔

"تب یوناہ (حضرت یونسؑ) خداوند کے کلام کے مطابق اُٹھ کر نینوا کو گیا اور نینوا خدا کے سامنے ایک بڑا شہر تھا کہ اس کا احاطہ تین دن کی راہ تھی۔ اور یوناہ شہر میں داخل ہونے لگا۔ اور ایک دن کی راہ جا کے منادی کی اور کہا چالیس اور دن ہوں گے تب نینوا برباد کیا جائے گا۔ تب نینوا کے باشندوں نے خدا پر اعتقاد کیا اور روزہ کی منادی کی اور سب نے چھوٹے سے بڑے تک ٹاٹ پہنا اور یہ خبر نینوا کے بادشاہ کو پہنچی اور وہ اپنے تخت پر سے اُٹھا اور بادشاہی لباس کو اُتار ڈالا اور ٹاٹ اوڑھ کر راکھ پر بیٹھ گیا۔ اور بادشاہ اور اس کے ارکانِ دولت کے فرمان سے ایک اشتہار نینوا میں کیا گیا۔ اور اس بات کی منادی ہوئی کہ کوئی انسان یا حیوان گلہ یا رمہ کوئی چیز مطلق نہ چکھے۔ اور نہ کھائے اور نہ پیئے۔ لیکن انسان اور حیوان ٹاٹ سے ملبّس ہوں اور خدا کے حضور شدّت سے نالہ کریں۔ بلکہ ہر کوئی اپنی اپنی بری راہ سے اور اپنے اپنے ظلم سے جو اُن کے ہاتھوں میں ہے باز آئیں۔ کیا جانیں کہ خدا پھر جائیگا اور پچھتائے گا اور اپنے قہرِ شدید سے باز آئے گا۔ تاکہ ہم لوگ ہلاک نہ ہوں اور خدا نے ان کاموں کو دیکھا کہ وہ اپنی اپنی بُری راہ سے باز آئے تب خدا اس بدی سے جو اُس نے کہی تھی کہ میں ان سے کرونگا پچھتا کے باز آیا اور اس نے ان سے وہ بدی نہ کی۔ پھر یوناہ اس سے نہایت ناخوش ہوا۔ اور نپٹ رنجیدہ ہو گیا۔ اور اس نے خداوند کے آگے دعا مانگی اور

کہا کہ اے خداوند میں تجھ سے عرض کرتا ہوں کیا یہ میرا مقولہ نہ تھا جس وقت میں ہنوز اپنے وطن میں تھا۔ اس لئے میں آگے سے ترسیس کو بھاگا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ تو کریم اور رحیم خدا ہے جو غصہ کرنے میں دھیما ہے اور نہایت مہربان ہے اور پچھتا کے آپ کو بدی سے باز رکھتا ہے ...... تب خداوند نے فرمایا کہ تجھے اس رینڈی کے درخت پر رحم آیا جس کے لئے تو نے کچھ محنت نہ کی اور نہ تو نے اگایا۔ جو ایک ہی رات میں اُگا اور ایک ہی رات میں سوکھ گیا۔ اور کیا مجھے لازم نہ تھا کہ میں اتنے بڑے شہر نینوا پر جس میں ایک لاکھ بیس ہزار آدمیوں سے زیادہ ہیں جو اپنے دہنے بائیں ہاتھ کے درمیان امتیاز نہیں کر سکتے۔ اور مواشی بھی بہت ہیں شفقت نہ کروں؟

(یوناہ نبی کی کتاب باب ۳-۴)

ناظرین کرام! قرآن مجید کا بیان، احادیث و تفاسیر کی روایات، انجیل اور تورات کا اقتباس آپ کے سامنے ہے۔ برائے خدا خود فرمائیں کہ اس قدر کھلی شہادات کے باوجود حضرت اقدس کے فرمودہ کو کذب بیانی قرار دینا کمال بے شرمی نہیں تو اور کیا ہے؟ بندگانِ خدا موت کو یاد کرو اور شدید البطش خدا کی گرفت سے ڈر جاؤ۔ اِس قدر مغالطہ دہی، اتنا افترا اور اتنی غلط بیانی؟ ع

خدا سے کچھ ڈرو یارو کہ وہ بینا خدا ہے

آسمان کا فیصلہ آپ پڑھ چکے۔ چالیس دن کا حوالہ بائیبل اور تفاسیر میں ملاحظہ کر چکے حضرت یونس کی ناراضگی پر قرآنی ارشاد تلاوت کر چکے۔ کیا ان سب کے بعد بھی کسی دوسری شہادت کی ضرورت ہے؟ ہرگز نہیں۔

یاد رہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا استدلال محض نفس پیشگوئی اور تاخیرِ عذاب سے ہے۔ حضرت یونس نے موقت[1] عذاب کی پیشگوئی کی اور خود قوم سے علیحدہ ہو گئے مگر

---

[1] وہ چالیس دن ہوں یا کم و بیش لیکن بائیبل اور تفاسیر سے چالیس دن کا تعین ثابت ہے۔ (مؤلف)

ان کی توبہ سے عذاب ٹل گیا۔ کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت یونسؑ کی پیشگوئی (نعوذ باللہ) غلط نکلی اور پوری نہ ہوئی۔ اسی طرح حضرت اقدسؑ کی پیشگوئی داماد احمد بیگ وغیرہ ہے۔ یونس پیشگوئی اور عذاب کے ٹل جانے کو تو امرتسری معاند مولوی ثناء اللہ نے بھی تسلیم کیا ہے۔ ان کے اپنے الفاظ حسب ذیل ہیں:-

"ہم مانتے ہیں کہ انذاری عذاب نہ صرف ملتوی ہو جاتا ہے بلکہ مرفوع بھی ہو جاتا ہے ...... مرزاجی ہمیشہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا حوالہ دیا کرتے تھے مگر افسوس کہ اس میں بھی تجدید سے نہیں رکتے۔ اس قصہ کا مضمون بالکل ہماری تائید[1] اور مرزاجی کی تردید کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ۔ اس آیت میں صاف اور صریح مذکور ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم سے عذاب ٹل گیا۔" (الہاماتِ مرزا ص۱۲ حاشیہ)

الغرض ہمارے بیانات سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو تحریر فرمایا ہے وہ عین قرآن مجید، تفاسیر و روایات، اناجیل اور یوناہ نبی کی کتاب کے مطابق ہے۔ اس کو جھوٹ قرار دے کر معترض پٹیالوی نے اپنی کذب بیانیوں میں اضافہ کیا ہے۔ وبس۔

قولہ:- "اسی طرح سے مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ یونس علیہ السلام کی پیشگوئی میں کوئی شرط نہ تھی صاف جھوٹ اور صریح کذب ہے۔ اول تو قطعی طور سے اس پیشگوئی کا ثبوت نہیں جیسا کہ اوپر ذکر ہوا[2]۔ پھر شرطی اور غیر شرطی کا کیا مذکور۔ اور اگر بعض روایتوں سے پیشگوئی کا حال معلوم ہوتا ہے تو شرطی ہونے[3] کا ثبوت بھی وہیں سے ملتا ہے۔" (بعد از ال کتاب شیخ زادہ

---

[1] دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے۔ (ابو العطاء) [2] پیشگوئی کا ثبوت اوپر ذکر ہو چکا ہے۔
[3] نکاح والی پیشگوئی کے شرطی ہونے کا بھی پہلے اشتہار سے لے کر ہر جگہ ثبوت موجود ہے۔
(مؤلف)

جلد ۷ کا حوالہ دیا ہے۔ ناقل) پھر کس طرح جھوٹ کہے جاتے ہیں کہ پیشگوئی میں شرط نہیں تھی۔" (عشرہ صد ۱۸-۸۲)

الجواب - اس عبارت میں اوّل تو معترض نے یہ دھوکہ دیا ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام کہتے ہیں کہ "یونسؑ کی پیشگوئی میں کوئی شرط نہ تھی" حالانکہ اوپر تتمہ حقیقۃ الوحی کی جو عبارت اس نے نقل کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں۔ حالانکہ اس میں کسی شرط کی تصریح نہ تھی۔ مطلق شرط کا نہ ہونا (لفظاً و مراداً) اور بات ہے۔ اور اس کی تصریح کا نہ ہونا امر دیگر۔ حضرت اقدسؑ نے تصریح یا لفظی ذکر و اظہار کا انکار فرمایا ہے۔ ورنہ حضورؑ تو اس وعیدی پیشگوئی کو بھی مشروط بالشرط ہی مانتے ہیں۔ کیونکہ حضورؑ نے تحریر فرمایا ہے :-

"خدا اور رسولؐ اور پہلی کتابوں کی شہادتوں کی نظیریں موجود ہیں کہ وعید کی پیشگوئی میں گو بظاہر کوئی بھی شرط نہ ہو تب بھی بوجہ خوف تاخیر ڈال دی جاتی ہے۔" (انجام آتھم صد ۳۲ حاشیہ)

پس اوّل تو معترض پٹیالوی نے یہ دھوکا دیا ہے۔

دوم پہلے مطلق پیشگوئی کا انکار تھا مگر اب بعض روایتوں سے پیشگوئی کا حال معلوم ہونے لگ گیا ہے۔ لیکن مشہور ضرب المثل کے مطابق نیش کژدم کی طرح اب بھی ٹیڑھے ہی رہے۔ کس ادا سے لکھتے ہیں کہ "شیخ زادہ" وغیرہ میں لکھا ہے کہ اگر ایمان نہ لاؤ گے تو ہلاک ہوگے۔ جناب من! ہم نے روایات صحیحہ اوپر درج کر دی ہیں ان پر نگاہ کریں اور پھر سوچیں کہ "شیخ زادہ" کیا چیز اور کس حیثیت کی اس کی روایت ہے؟ ایسی غیر مستند کتب پر اعتبار اور قرآن مجید، تفاسیر، اناجیل اور تورات سے انحراف؟ ع

ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تابکجا

پٹیالوی صاحب کا یہ بیان متذکرہ صدر حوالجات کی موجودگی میں ہرگز شائستہ التفات نہیں لیکن تاہم میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر شرط کا اظہار پیشگوئی کے ساتھ کر دیا گیا تھا تو پھر یونس کے ناراض ہو کر بھاگنے کی کیا وجہ تھی؟ اِذْ ذَّھَبَ مُغَاضِباً۔ نیز حضرت یونسؑ کے بااصرار یہ کہنے کا کیا مطلب تھا کہ لَا اَرْجِعُ اِلَیْھِمْ کَذَّاباً؟ علاوہ ازیں قوم کے اس طرح بیقرار

اور ہلکان ہونے کی کیا وجہ تھی۔ وہ سیدھے طور پر ایمان لے آتے۔ کیونکہ پیشگوئی کے یہی الفاظ تھے کہ ایمان لاؤ گے تو بچ جاؤ گے۔ ان کا اس طرح پریشان ہو جانا اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ ان کے سامنے پیشگوئی بغیر شرط ذکر ہوئی تھی۔ پھر مقامِ حیرت ہے کہ روایات بکثرت موجود ہوں مگر کسی معتبر روایت میں شرط کے ان الفاظ کا ذکر نہ ہو۔ ان تمام امور پر غور کرنے سے ایک عقلمند یقیناً اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ اگرچہ اس پیشگوئی میں بھی جملہ وعیدی پیشگوئیوں کی طرح شرطِ توبہ ملحوظ تھی لیکن بظاہر لفظاً یہ شرط مذکور نہ تھی ورنہ یہ حالات پیش نہ آتے۔ اور اگر ایسی شرط پیشگوئی کے ساتھ ذکر ہوتی تو اس کا کوئی ذکر قرآن مجید، روایاتِ صحیحہ اور بائیبل میں بھی ہوتا۔ پس اس الزام میں بھی معترض پٹیالوی کی کذب بیانی ثابت ہے وھو المراد۔

حضرت یونسؑ کی پیشگوئی اور نکاح والی پیشگوئی میں مشابہت

اگرچہ مندرجہ بالا تحریرات کے بعد اس عنوان کی کوئی ضرورت نہیں تھی کیونکہ نفسِ تاخیرِ عذاب یا نسوانِ مطلق میں دونوں پیشگوئیاں ہم پلہ ہیں اور بالکل سراپا متقابلہ کی حیثیت رکھتی ہیں لیکن چونکہ معترض پٹیالوی نے یہ عنوان ذکر کیا ہے لہذا از بسکہ ہم اختصار چاہتے ہیں تھوڑا سا ذکر ضروری ہے۔ معترض نے ان دونوں پیشگوئیوں کو غیر مماثل ثابت کرنے کے لیے مندرجہ ذیل چھ امور ذکر کئے ہیں جو مع جواب اس جگہ درج ہیں۔ لکھتا ہے کہ :-

(۱) "نکاح والی پیشگوئی قطعی اور یقینی ہے اور اس کی بنا متواتر الہامات پر رکھی گئی ہے۔ برخلاف اس کے یونسؑ علیہ السلام کی پیشگوئی کا ثبوت نہ کسی الہامی کتاب سے ملتا ہے نہ احادیثِ صحیح سے۔ اس کا ماخذ بعض ضعیف روایات ہیں۔" (عشرہ ص۲)

الجواب۔ مکمل ثبوت اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۲) "منکوحہ آسمانی کے واپس آنے کا الہام ان الفاظ میں تھا۔ فسیکفیکھم اللّٰہ ویردھا الیک انا کنا فاعلین۔ مگر حضرت یونسؑ کو اس طرح نہیں کہا گیا۔" (عشرہ ص۲)

الجواب۔ منشی صاحب! جب شخص دو، الہامات کی زبان الگ، معاملہ علیحدہ علیحدہ تو پھر وہی الفاظ کیسے کہے جا سکتے تھے؟ کچھ تو عقل سے بھی کام لیا کریں۔ مشابہت نفس ایقاع میں ہے نہ ہر ایک جزء میں۔ اگر زید کو شیر کہا جائے تو اس کے لیے ناخن اور دم نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ مماثلت صرف جرأت و بہادری میں ہوا کرتی ہے۔ ہاں اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ اس جگہ تو شرط کے ساتھ سخت تاکید بھی ہے، تو پڑھ لیجئے وہاں بھی تاکیدی الفاظ موجود ہیں۔ انی مرسل الیھم العذاب فی یوم کذا وکذا (فتح البیان) انّ حرف تاکید ہے جملہ اسمیہ تاکید مزید ہے۔ فبطل ما ادعیتم۔

(۳) "مرزا صاحب کو الہام ہوا تھا۔ الحق من ربک فلا تکوننّ من الممترین حضرت یونسؑ سے ایسا ارشاد نہیں ہوا۔ (عشرہ ص۲)

الجواب۔ اس کا جواب اوپر گزر چکا ہے۔ اگر وہ پیشگوئی الحق من ربہٖ نہ تھی تو تحدی کیسے ہو سکتی تھی؟ یونس علیہ السلام کا عمل (قوم کو چھوڑ کر باہر چلے جانا اور منتظر عذاب رہنا) ان کے یقین کا گواہ ہے۔

(۴) "مرزا صاحب کے الہام میں لا تبدیل لکلمات اللہ۔ حضرت یونس علیہ السلام کو اس معاملہ میں اس طرح کہنا کسی ضعیف روایت میں بھی مذکور نہیں۔" (عشرہ ص۲)

الجواب۔ مخالف حالات کے سامنے ہوتے ہوئے زیادہ تاکید کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ حضرت یونسؑ کے لیئے ایسی کوئی ضرورت نہ تھی۔ بھلا اتنا ہی غور کر لیتے کہ قرآن مجید میں لا تبدیل لکلمات اللہ الخ آیا ہے۔ الحق من ربک فلا تکوننّ من الممترین وارد ہوا ہے اور اس قسم کے الہامات حضرت یونسؑ کو نہیں ہوئے تو کیا ان کی وحی اور آنحضرتؐ کی وحی میں بلحاظ نفس الہام فرق ہو گیا؟ ہرگز نہیں۔ بہرحال خدا کا الہام یقینی ہوتا ہے خواہ وہ ابراہیمؑ پر نازل ہو یا موسیٰؑ پر، یونسؑ پر اترے یا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کیا جائے۔ فرق کمی بیشی یا اکملیت وغیرہ کا ہے۔ نفس یقین میں سب برابر ہیں۔ اسی مفہوم کو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اس شعر میں ادا فرمایا ہے ؎

ل نقل مطابق اصل۔ یہ الہام بحیثیت مجموعی نفس پیشگوئی کے متعلق ہے محض نکاح سے مخصوص کرنا مخالفین کی زیادتی ہے۔ (مؤلف)

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے ؛ من بعرفاں نہ کمترم زکسے

پس حضرت یونس کو ان الفاظ میں الہام نہ ہونے سے کوئی ہرج واقع نہیں ہوتا۔ فتدبر

(۵) "مرزا صاحب کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہر ایک مانع دُور کرنے کے بعد اس لڑکی کو انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لائیگا مگر حضرت یونسؑ نے ایسا نہیں فرمایا کہ یہ پیشگوئی ہر حالت میں ضرور ہی ظہور میں آئے گی۔" (عشرہ ص۸۲)

الجواب۔ نکاح کے لئے تو "مانع دُور کرنے کے بعد" کا وقت تھا اور مانع کا دُور کرنا یعنی ہلاکت، اصرار علی الاستہزاء پر مبنی تھی اسلئے اعتراض فضول ہے۔ اگر کہو کہ اس میں یقین پایا جاتا ہے اور یونس علیہ السلام نے ایسے یقینی الفاظ نہیں کہے تو یاد رہے کہ حضرت یونسؑ کے سارے الفاظ محفوظ نہیں ہیں لیکن ان کا قول لا ارجع الیھم کذابا صاف بتا رہا ہے کہ انہوں نے نہایت یقینی اور غیر مبہم الفاظ میں اس وعید کا ذکر کیا تھا۔ ہاں علامہ فخر الدین رازی کے یہ الفاظ بھی آپ کے مطالبہ کا جواب ہیں۔ لکھا ہے :-

"ان ذنبہ یعنی ذنب یونس کان لان اللّٰہ تعالیٰ وعدہ انزال الاھلاک بقومہ الذین کذبوہ فظن انہ نازل لامحالۃ فلاجل ھذا الظن لم یصبر علی دعائھم۔" (تفسیر کبیر ص۱۶۴)

کہ حضرت یونسؑ کی یہ غلطی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تو ان سے ان لوگوں پر عذاب نازل کرنے کا وعدہ کیا تھا جو مکذب تھے مگر انہوں نے یہ خیال کرکے کہ یہ عذاب ضروری اور قطعی طور پر ہی نازل ہونے والا ہے انکو تبلیغ کرنا ترک کر دیا۔"

معلوم ہوا حضرت یونسؑ نے بھی اس عذاب کو قطعی اور حتمی وعید سمجھا تھا۔

(۶) "مرزا صاحب نے محمدی بیگم کے نکاح پر خدا کی قسم کھائی ہے لیکن حضرت یونسؑ نے کوئی قسم نہیں کھائی۔" (عشرہ ص۸۲)

الجواب۔ قسم کھانے یا نہ کھانے سے کیا فرق پڑ جاتا ہے؟ اگر مخالف کسی بات کے ہونے سے باصرار انکار کریں تو قسم کھائی جاتی ہے ورنہ کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور یہی فرق ان

لہ بالکل جھوٹ۔ نکاح پر نہیں بلکہ پیشگوئی کی صداقت پر۔ سو وہ پوری ہو گئی۔ (مؤلف)

دونوں پیشگوئیوں کے منکرین میں تھا۔ دیکھئیے قرآن مجید میں اصحاب القریہ کے پاس رسولوں کے جانے کا قصہ مذکور ہے۔ جتنا جتنا منکرین اپنے انکار میں شدت اختیار کرتے گئے اتنا ہی یہ رسول اپنے دعویٰ کو مؤکد اور موثق بناتے گئے۔ حتیٰ کہ آخر کار بطور حلف کہا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّا اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ (یٰس ع) کیا اب اگر کسی رسول نے اپنے دعویٰ کو اس شدت سے یا اس رنگ میں ذکر نہیں کیا تو کیا وہ جھوٹا تھا یا اس کو اپنے دعویٰ میں شک تھا؟ ہرگز نہیں۔ پس ع

سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است

ناظرین! ان تمام بودے اور کمزور فقروں کو ذکر کرنے سے معترض پٹیالوی کا مطلب کیا ہے؟ وہ اس آخری نمبر میں زیادہ نمایاں ہوگیا ہے اور وہ یہ ہے۔ لکھتا ہے:-

"کوئی بھلا آدمی ایسی بات پر قسم کھا سکتا ہے جس کے وقوع کی اسے پیش از وقت خبر دی گئی ہو۔ اور اسے آسمان سے یقینی اطلاع مل چکی ہو۔" (عشرہ صفحہ ۳)

اگرچہ یہ ضروری نہیں کہ انسان ہر یقینی بات پر بلا ضرورت قسم کھاتا رہے اسلئے انبیاء کرام کے وہ دعاوی یا وہ پیشگوئیاں جن پر ان کی قسمیں ثابت نہیں غیر یقینی قرار نہیں پا سکتیں۔ یہی حال حضرت یونسؑ کی پیشگوئی کا ہے۔ لیکن تاہم معترض کے الفاظ سے یہ ضرور ظاہر ہوگیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس پیشگوئی کے متعلق یقینی کلمات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپؑ کو اس کے وقوع کی پیش از وقت خبر دی گئی تھی اور آپ کو آسمان سے یقینی اطلاع مل چکی تھی۔

معزز قارئین! "حق بر زبان جاری" اسی کو کہتے ہیں۔ یہ ایک واضح ترین صداقت ہے کہ خود ساختہ کلام یا شیطانی کلمات میں یقین تام کی طاقت نہیں ہوا کرتی۔ یہ قوت محض کلام خداوندی سے مختص ہے اور بحمد اللہ کہ دشمن بھی اس یقینی قوت کا حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے کلام میں پایا جانا مانتا ہے۔ جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً

اب ہم مکمل طور پر اس نمبر کے اعتراضات کا جواب لکھ چکے ہیں۔

(۸) رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت مسیح موعودؑ کا عشق

اس نمبر میں معترض پٹیالوی نے تحفہ گولڑویہ کے فقرات ذیل درج کئے ہیں:۔

"اس کی مثال ایسی ہے کہ مثلاً کوئی شریر النفس ان تین ہزار معجزات کا کبھی ذکر نہ کرے، جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور میں آئے۔ اور حدیبیہ کی پیشگوئی کو بار بار ذکر کرے کہ وقت اندازہ کردہ پر پوری نہ ہوئی"

(عشرہ کاملہ صک)

اور پھر لکھا ہے کہ:۔

"عبارت زیر خط حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا کھلا کھلا حملہ اور ناپاک الزام ہے جو قادیانی نبیؐ کاذب کے منہ سے ہی نکل سکتا ہے ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی پیشگوئی بقید وقت نہیں فرمائی جو اپنے وقت پر پوری نہ ہوئی ہو" (عشرہ صکـ)

الجواب۔ معترض پٹیالوی نے عوام الناس کو دھوکا دینے کے لئے یہ لکھ دیا ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کیا ہے۔ ورنہ اس کی ضمیر بھی اس کو ملامت کرتی ہوگی۔ آہ! اتنا جھوٹ اور ایسی مغالطہ دہی اور پھر مذہب کے نام پر؟ اے زمین تو کیوں شق نہ ہو گئی۔ اے قلم تو کیوں نہ ٹوٹ گیا۔ حضرت مرزا صاحبؑ جیسا عاشق رسولؐ اور ان پر یہ ناپاک الزام؟ ع ضد ان مفترقان ای تفرق۔ حضرت مرزا صاحبؑ تو فرماتے ہیں ؎

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم ۔ گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

پھر آپؑ نے ہی تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمینوں کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبیؐ پر، جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملے

کرتے تھے۔" (رسالہ پیغام صلح ۱۵)

آہ! افسوس کہ آج دلائل کے میدان میں معاندین تنگ آکر افتراء پردازی پر اتر آئے۔ اور جھوٹے الزام لگانے شروع کر دیئے۔ کیا دنیا کا ایک بھی عقلمند جس نے حضرت کی کتب کا سرسری مطالعہ بھی کیا ہو اس اعتراض کی تائید کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ حضرتؑ نے اپنی زندگی اور بعثت کا مقصد بایں الفاظ ذکر فرمایا ہے ؎

جانم فدا شود برہ دین مصطفیٰؐ ۔ این است کام دل اگر آید میسّرم

پس یہ اعتراض احمدیت کی روح اور احمدیہ لٹریچر کے مغز کے ہی خلاف ہے۔ ایسا معترض یا تو بالکل غبی ہوگا یا پھر شریر النفس۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ تو بالکل سچ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر پیشگوئی پوری ہوئی ہے اور جو آئندہ سے متعلق ہیں ضرور پوری ہوں گی۔ مگر یہ غلط ہے کہ ہمارے مخالفین کا بھی یہی اعتقاد ہے۔ دیکھو صحاح ستہ میں ابو داؤد کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا (مشکوٰۃ المصابیح) کہ ہر صدی کے سر پر اللہ تعالیٰ مجدّد کو مبعوث کیا کریگا یہ آنحضرتؐ کی پیشگوئی ہے اور تمہارے الفاظ کے مطابق "بقیدِ وقت" ہے۔ مگر بتاؤ کہ کیا اس چودھویں صدی میں سے باوجود نصف صدیؑ گزرنے کے تمہارے نزدیک یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور کوئی ایسا مجدّد کھڑا ہوا جس نے دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے؟ ہاں صرف حضرت **مرزا غلام احمد** صاحب علیہ السلام نے ایسا دعویٰ کیا مگر ان کو تم نے اپنی بدقسمتی سے ردّ کر دیا اور دوسرے مبعوث من اللہ مجدّد کو پیش نہیں کر سکتے۔ پس تمہارے دکھانے اور دکھانے کے دانت علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

صلح حدیبیہ پر اعتراض؟

معترض نے جس عبارت کو نقل کر کے حضرت اقدسؑ پر الزام لگایا ہے اسی میں اس کا جواب اب بھی موجود ہے کیونکہ وہاں پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ واقعہ حدیبیہ کو بطور اعتراض پیش

ؑ اب طبع دوم کے وقت ۸۰ برس گزرنے کے باوجود کوئی اور مدعی مجددیت پیش نہیں کیا جا سکا؟ (المؤلف)

کرنا شریر النفس کا کام ہے کیونکہ درحقیقت اس پیشگوئی پر کوئی اعتراض پیدا ہی نہیں ہوتا۔ پس معترض پٹیالوی کے اس ناپاک افتراء کا ایک جواب تو حضرت کی عبارت میں ہی موجود ہے اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس پیشگوئی کو پوری اور درست مانتے ہیں بلکہ اعتراض کرنے والے کو شریر النفس کہتے ہیں۔

واقعۂ حدیبیہ

اس جگہ مختصراً واقعۂ حدیبیہ کا ذکر ضروری ہے۔ قریباً ۶ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رؤیا دیکھا کہ ہم مکہ میں بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔ چنانچہ حضورؐ چودہ سو صحابہ کو لیکر بعزم عمرہ جانب مکہ روانہ ہو پڑے۔ راستہ میں حدیبیہ مقام پر آپؐ کو رُکنا پڑا۔ کفار سے گفت و شنید کے بعد چند شرائط پر صلح قرار پائی۔ وہ شرائط بظاہر نہایت دب کر مانی گئی تھیں لیکن حقیقتاً مشیت الٰہی ہی ایسی تھی۔ آپ اس سال بغیر عمرہ کئے حدیبیہ سے ہی واپس مدینہ لوٹ آئے۔ اس پر راستہ میں الہام ہوا اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحاً مُّبِيناً۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو فتح قرار دیا اور آخر صلح حدیبیہ کا ہی نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد مکہ فتح ہو گیا۔

حدیبیہ کے واقعہ پر بہت سے صحابہ میں قلق و اضطراب پیدا ہو گیا۔ حضرت عمرؓ تو جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اصرار کرنے لگ گئے اور پھر اسی حالت میں حضرت ابوبکرؓ سے جا کر طالب جواب ہوئے اور خود فرماتے ہیں وَاللّٰہِ مَا شَکَکْتُ مُنْذُ اَسْلَمْتُ اِلَّا یَوْمَئِذٍ بخدا مجھے اسلام لانے کے بعد کسی پیشگوئی کے بارے میں کبھی شک نہیں ہوا بجز اس دن کے۔ (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۳۰۶) بہرحال سارا قافلہ بغیر عمرہ کئے مدینہ واپس ہوا۔ امام ابن القیم اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"حقیقۃ الامر ان الفتح فی اللغۃ فَتْحُ الْمُغْلَقِ والصلح الذی حصل مع المشرکین بالحدیبیۃ کان مسدوداً مغلقاً حتیٰ فتحہ اللّٰہ وکان من اسباب فتحہ صدُّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم واصحابہ عَنِ البیتِ وکان فی الصورۃِ الظاھرۃِ ضَیْماً وھضماً لِلْمُسْلِمِیْنَ۔ الخ"

کہ دراصل فتح کسی بند چیز کے کھولنے کو کہتے ہیں۔ حدیبیہ میں جو صلح ہوئی وہ

محض بند اور مخفی تھی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کھولا اور اس فتح کے اسباب میں یہ بھی تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ بیت اللہ سے روکے گئے اور بظاہر یہ مسلمانوں کی ذلت اور شکست تھی۔" (زاد المعاد جلد اوّل صفحہ ۳۸۱)

پیشگوئی حدیبیہ پر معترض پٹیالوی کے اعتراضات کے جوابات

ان مختصر الفاظ میں واقعہ حدیبیہ کو ذکر کرنے کے بعد ہم معترض پٹیالوی کے ان اعتراضات کا جواب درج کرتے ہیں جو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متذکرہ صدر بیان پر کئے ہیں اور وہ دو ہیں۔ یہ تو ظاہر ہی ہے کہ حضرت کی عبارت میں پیشگوئی حدیبیہ کو بقید وقت تسلیم نہیں کیا گیا بلکہ اندازہ کردہ وقت کے لفظ ہیں۔ یعنی رؤیا میں طواف بیت اللہ کے لئے کوئی وقت مقرر نہ تھا۔ ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس قدر صحابہ کو ہمراہ لیکر روانہ ہونا ثابت کرتا ہے کہ حضور کے خیال شریف میں اس رؤیا کے پورے ہونے کا وہی وقت تھا لیکن واقعات نے بتایا کہ اس سے بعد کا سال مراد تھا۔ معترض پٹیالوی لکھتا ہے :-

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خواب کا حوالہ دیکر عرض کیا کہ آپ نے تو فرمایا تھا ہم خانہ کعبہ میں جائیں گے اور طواف کریں گے۔ اس پر حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ہم نے کہا تو تھا مگر کیا یہ کہا تھا کہ اسی سال ہم داخل ہوں گے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ خانہ کعبہ میں داخل ہو گے اور طواف کرو گے۔ یعنی ہمارے خواب کا ظہور کسی وقت ضرور ہو گا۔" (عشرہ صفحہ ۵۰)

اِن الفاظ کا صاف مطلب یہ ہے کہ طواف کرنے کی رؤیا بجا ہے مگر اس میں تعیینِ وقت نہیں تھی۔ یہ تعیین ہمارا اپنا اندازہ ہے۔ اب غور فرمائیں کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عبارت بالا میں "اندازہ کردہ وقت" کا لفظ لکھ دیا تو اس میں کونسی خرابی واقع ہو گئی جو تم اس کو جھوٹ قرار دیتے ہو؟ یہ تو گویا بعینہٖ وہی بات ہوئی جو حضورؐ نے کھجوروں والی جگہ

کو مقام ہجرت دیکھ کر یمامہ یا ہجر قرار دیا تھا مگر پھر مدینہ ثابت ہوا (بخاری) اس سے نہ الہام پر حرف آتا ہے نہ پیشگوئی پر اعتراض پڑتا ہے۔ پس جو ایسی صورت میں پیشگوئی پر اعتراض کرتا ہے وہ شریر النفس ہے۔

معترض کے دو اعتراض

معترض لکھتا ہے کہ:-

(۱) "یہ آپ کا خواب ہے کوئی الہامی پیشگوئی نہیں نہ اس میں کوئی وقت مقرر کیا گیا ہے۔ یہ خواب آپ نے صحابہ کرام سے بیان فرمایا اور انبیاء علیہم السلام کے خواب سچے ہی ہوتے ہیں اسلئے بعض اصحاب کو یقین ہوا کہ ہم اسی سال حج کریں گے۔" (عشرہ صفحہ ۴)

(۲) "جس روایت میں مدینہ شریف میں اس خواب کا دیکھا جانا بیان کیا گیا ہے وہ ضعیف ہے اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سفر اس خواب کی وجہ سے اختیار فرمایا۔۔۔۔ کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتا کہ خواب کا دیکھنا موجب سفر ہوا ہو۔ صحیح روایت تو یہی ہے کہ حدیبیہ پہنچ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خواب دیکھا۔" (عشرہ صفحہ ۵-۴)

کیا رؤیا الہامی پیشگوئی ہے؟

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ تو درست ہے کہ یہ آپ کا خواب ہے مگر یہ صحیح نہیں کہ یہ الہامی پیشگوئی نہیں۔ معترض نے یہ انکار نادانی سے کیا ہے۔ حضرت یوسف نے گیارہ ستاروں اور سورج چاند کے سجدہ کی رؤیا دیکھی اور وہ الہامی پیشگوئی تھی۔ رؤیا کو مکالمۂ الٰہی کی قسم "من وراء حجاب" میں شامل کیا گیا ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر نبیوں کے خواب الہامی پیشگوئی نہیں ہوتے تو پھر فقرہ "انبیاء علیہم السلام کے خواب سچے ہی ہوتے ہیں" کا کیا مطلب ہے؟ لیجئے صاحب اختصارِ کلام کی خاطر ہم بخاری شریف کا حوالہ بتائے دیتے ہیں جہاں لکھا ہے

"رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ"

نبیوں کا خواب بھی وحی ہوتا ہے۔ (جلد اول صفحہ ۲۷)

امام نووی اپنی شرح مسلم میں لکھتے ہیں :۔

"كَانَ الْأَنْبِيَاءُ صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ يُوحَىٰ إِلَيْهِمْ فِي مَنَامِهِمْ كَمَا يُوحَىٰ إِلَيْهِمْ فِي الْيَقْظَةِ " (جلد ۲ صفحہ ۲۴۳)

امام ابن القیم کا قول ہے :۔

"رؤیا الانبیاء وحی فانّها معصومة من الشیطان وھذا باتّفاق الامّة "

کہ نبیوں کی رؤیا وحی ہوتی ہے جو شیطان کے دخل سے پاک ہوتی ہے۔ اس بات پر سب امّت کا اتفاق ہے " (تغیر منازل السائرین صفحہ ۹)

پھر یہ بھی درست ہے کہ اِس خواب میں لفظاً وقت مقرر نہ کیا گیا تھا مگر اس میں کیا شبہ ہے کہ عمل سے یہی ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خواب کو اس سال کے لئے خیال فرمایا تھا۔ اور بقول منشی محمد یعقوب "بعض اصحاب کو (تو) یقین ہوا کہ ہم اس سال حج کرینگے" اندریں حالات معترض پٹیالوی کا اِس پیشگوئی سے ہی انکار کرنا اس کی صریح غلط بیانی ہے۔

وھو المراد۔

رؤیا کے مدینہ میں دیکھے جانے پر چودہ ۱۴ شواہد

مؤلّف عشرہ کاملہ نے دعویٰ کیا ہے کہ رؤیا دیکھنے کے متعلق صحیح روایت یہی ہے کہ وہ خواب حدیبیہ پہنچنے کے بعد دیکھی گئی ہے۔ اور یہ دعویٰ اس کے اس نمبر کے سارے بیان کی جان یا بنیاد ہے۔ ہمارے نزدیک یہ دعویٰ محض غلط ہے۔ چنانچہ ہمارے پاس اپنے بیان کی تائید میں مندرجہ ذیل چودہ ۱۴ ثبوت ہیں۔

اوّل۔ علامہ جلال الدین صاحب سیوطی تحریر کرتے ہیں :۔

"رأی رسول الله صلی الله علیه وسلم فی النوم عام الحدیبیة قبل خروجه انه یدخل مکة هو واصحابه آمنین ویحلقون ویقصرون فاخبر بذالک اصحابه ففرحوا فلمّا خرجوا معه وصدّهم الکفار بالحدیبیة ورجعوا شق علیهم بذالک وراب بعض المنافقین نزلت

(در سورۃ الفتح)

ترجمہ۔ حدیبیہ والے سال رسول مقبول نے حدیبیہ کی طرف روانگی سے قبل رؤیا دیکھی کہ حضورؐ اور آپؐ کے اصحاب مکہ میں امن و امان سے داخل ہوئے ہیں۔ سر منڈواتے اور بال کتراتے ہیں۔ حضورؐ نے اس رؤیا کی خبر صحابہ کو دی۔ وہ بہت خوش ہوئے۔ مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے اور مقام حدیبیہ پر کفار نے ان کو روک دیا اور انہیں واپس ہونا پڑا تو یہ معاملہ اُن پر بہت شاق گزرا اور بعض منافق تو اسلام کے متعلق ہی شک میں پڑ گئے۔ تو اُس وقت سورہ الفتح نازل ہوئی۔" (جلالین سورۃ الفتح صفحہ ۴۲۳)

اس حوالہ میں صاف لفظ "قبل خروجہ" موجود ہے۔ معلوم ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رؤیا مدینہ منورہ میں ہی دیکھی تھی۔

دوم۔ صاحب کمالین نے عام الحدیبیۃ قبل خروجہ کے ساتھ ہی لکھا ہے:۔

"ولابن جریر انہ رأی ذالک بالحدیبیۃ الاول اصح۔" (تفسیر سورۃ الفتح)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیا کے متعلق دو روایات ہیں۔ علامہ سیوطی کی تحقیق قبل خروجہ ہے اور ابن جریر (جس سے درِ منثور نے ایک قول نقل کیا ہے۔ جس کو مصنف عشرہ نے درج کیا ہے) کا خیال ہے کہ یہ رؤیا آنحضرتؐ نے حدیبیہ مقام پر دیکھی تھی مگر پہلا قول یعنی علامہ جلال الدین کی تحقیق زیادہ صحیح اور درست ہے۔

ناظرین! معترض پٹیالوی نے محض عداوت کی راہ سے حدیبیہ والی روایت کو صحیح اور باقی روایات کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن علامہ جلال الدین سیوطی اور پھر صاحب کمالین کا فیصلہ آپ کے سامنے ہے۔ آپ یہ ہی فیصلہ ہے کہ چاہے تو ان بزرگوں کی تحقیق کو ترجیح دیں اور چاہے تو حقائق کا انکار کرنے کے عادی منشی محمد یعقوب کے خیال کی پیروی کریں۔

والاول اصح واحوط۔

سوم۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول واللہ ما شککت منذ اسلمت الا یومئذٍ (زاد المعاد جلد ا صفحہ ۳۷۶) آپ پڑھ چکے ہیں اور بخاری کے حوالہ سے معترض پٹیالوی کے الفاظ

میں یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خواب کا حوالہ دیکر عرض کیا کہ آپ نے تو فرمایا تھا ہم خانہ کعبہ میں جائیں گے اور طواف کریں گے۔ اس پر حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ہم نے کہا تو تھا مگر کیا یہ کہا تھا کہ اسی سال ہم داخل ہوں گے" (عشرہ صفحہ ۴۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی گفتگو صاف ظاہر کر رہی ہے کہ رؤیا مدینہ میں دیکھی گئی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے ذکر بھی فرمایا تھا اور اسی کی بناء پر عمرہ کی تیاری ہوئی تھی۔ ورنہ یہ طرزِ خطاب اور یہ گفتگو بالکل ناممکن ہے۔ پھر ماشکت کا مقولہ تو اور بھی بین دلیل ہے۔ بھلا اگر خواب مقام حدیبیہ پر رُک جانے کے بعد ہی دیکھی جاوے تو اس میں حضرت عمرؓ جیسے راسخ الاعتقاد مومن کے لئے شک کی گنجائش کیسے ہو سکتی ہے؟ پس یہ گفتگو اور یہ مقولہ اس امر پر زبردست دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رؤیا مدینہ شریف میں ہی دیکھی تھی وھو المراد۔

چہارم۔ عمرہ سے رُک جانے پر صحابہ کرام کی جو پیکرِ اطاعت اور مجسم تسلیم و رضا تھے یہ حالت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اٹھو اور قربانیاں ذبح کر کے سر منڈوا دو۔ راوی کہتا ہے کہ واللہ ما قام منھم رجل" ان میں سے کوئی بھی تعمیلِ ارشاد کے لئے نہ اٹھا۔ حضورؐ نے یہ حکم تین دفعہ دیا مگر پھر بھی فرطِ غم کے باعث ان میں سے کوئی نہ اٹھا۔ حضورؐ حضرت ام سلمہؓ کے پاس گئے اور اس امر کا ذکر کیا۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ حضور خود جا کر میدان میں قربانی ذبح کر دیں۔ چنانچہ آپؐ نے ایسا ہی کیا۔ تب سب لوگوں نے قربانیوں کو ذبح کیا۔ (زاد المعاد جلد ا صفحہ ۳۷۶)

یہ واقعہ صحابہ کرام کے قلق و اضطراب اور سراسیمگی کا واضح منظر ہے۔ یہ صاف دلیل ہے کہ ان کو صرف رؤیا کی بناء پر یہ غم تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد صدق اللہ رسولہ الرؤیا کے متعلق امام ابن القیم لکھتے ہیں :۔

" اخبر سبحانہ انہ صدق رسولہ رؤیاہ فی دخولھم المسجد آمنین وانہ سیکون ولابدّ ولکن لم یکن قد آن وقت ذالک

فی ھذا العام واللہ سبحانہ علم من مصلحۃ تاخیرہ الی وقتہ مالم تعلموا انتم فانتم احببتم استعجال ذالک والرب تعالیٰ یعلم من مصلحۃ التاخیر۔"

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں خبر دی ہے کہ اللہ کے رسول کی رؤیا بیت الحرام میں امن کے ساتھ داخل ہونے کے متعلق ضرور سچی ہے اور وہ عنقریب ضرور پوری ہو گی لیکن ابھی اس سال ہی اس کا وقت نہیں آیا تھا دوسرے وقت تک اس کی تاخیر کی مصلحت تم نہیں جانتے اللہ خوب جانتا ہے۔ اسلیے تم تو اس کو جلد چاہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے تاخیر میں ڈال دیا۔" (زاد المعاد جلد اول صفحہ ۳۸۱)

یہ بیان اور خصوصاً فقرہ "احببتم استعجال ذالک" اس امر پر پختہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رؤیا مدینہ منورہ میں ہی دیکھی اور پٹیالوی صاحب کا یہ کہنا کہ آنحضرت نے یہ خواب حدیبیہ کے مقام پر دیکھی تھی غلط بات ہے۔

پنجم۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے بھی لکھا ہے :۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ میں کعبہ شریف کا طواف کرتا ہوں۔ ہنوز مکہ شریف فتح نہ ہوا تھا کہ آنحضور علیہ السلام نے شوقیہ بطور خود سفر کی تیاری کر دی۔ جب بمقام حدیبیہ قریب مکہ کے پہنچے تو کفار مکہ نے داخل مکہ ہونے سے روکا۔ آخر کار معاہدہ ہوا کہ آئندہ سال ہم مسلمان آویں گے۔" (رسالہ الہاماتِ مرزا صفحہ ۴۳)

یہ اُردو عبارت بھی صاف بتا رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ہی خواب دیکھا اور اسی کی بناء پر شوقیہ حضور عمرہ کے لیے روانہ ہو پڑے اور اس سفر کی تیاری اسی خواب کے پورا کرنے کے لیے تھی۔

ششم۔ شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں :۔

"بدانکہ آنحضرت صلعم بعد از دیدن ایں خواب بتہیہ اسباب سفر مشغول شد و یاراں را خبر کرد کہ بعمرہ مے روم۔" (مدارج النبوت صفحہ ۱۴۲ مطبوعہ کانپور)

ہفتم۔ تفسیر روح البیان میں لکھا ہے :-

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأی فی المنام انہ دخل مکۃ ھو واصحابہ آمنین ..... واخبر بذالک اصحابہ ففرحوا ثم اخبر اصحابہ انہ یرید الخروج للعمرۃ .... وکان المسلمون لا یشکون فی دخولھم مکۃ وطوافھم بالبیت ذالک العام للرؤیا التی رآھا النبی فلما رأوا الصلح دخلھم من ذالک امر عظیم" (روح البیان جلد ۴ صلا۵)

ہشتم:- "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأی فی المنام **وھو بالمدینۃ** قبل ان یخرج الی الحدیبیۃ انہ یدخل المسجد الحرام ھو واصحابہ آمنین" (تفسیر خازن جلد ۴ صفحہ ۱۹۲)

نہم:- "روی ان رسول اللہ **رأی قبل خروجہ** الی الحدیبیۃ **کانہ** ھو واصحابہ قد دخلوا مکۃ آمنین" (مدارک التنزیل جلد ۴ صفحہ ۱۷۴)

دہم:- "انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رأی فی المنام قبل الحدیبیۃ" (جامع البیان صفحہ ۴۲۶)

یازدہم:- "رأی **قبل خروجہ** الی الحدیبیۃ" (ابو السعود برحاشیہ کبیر جلد ۷ صفحہ ۷۴۴)

دوازدہم:- "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأی فی المنام **بالمدینۃ** قبل ان یخرج الی الحدیبیۃ" (معالم التنزیل صفحہ ۳۳)

سیزدہم۔ علامہ قنوی مجاہد کے اس قول کو رد کرتے ہوئے جو معترض پٹیالوی نے بنائے تحقیق قرار دیا ہے فرماتے ہیں :-

"ھٰذہ الرؤیا قبل خروجہ الی الحدیبیۃ وقال مجاھد کانت بالحدیبیۃ والاول ھو الاصح" (قنوی علی البیضاوی جلد ۱ صفحہ ۲۳۷)

چہاردہم۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں :-

"رأی رسول اللہ فی المنام قبل خروجہ الی الحدیبیۃ .... وقیل رأی وھو فی الحدیبیۃ والاول اصح" (روح المعانی جلد ۸ صفحہ ۱۲۴)

ان چودہ ثبوتوں کے بعد کسی مزید دلیل کی ضرورت نہیں۔ قریباً تمام مفسر اس بیان پر

متفق ہیں کہ یہ رؤیا مدینہ میں ہوئی اور حدیبیہ کی روانگی سے پہلے ہوئی۔ محققین نے حدیبیہ والے قول کی پُرزور تردید کی ہے۔ پس عقل اور نقل بالاتفاق اسی امر کی تائید کر رہے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے اور جسے معترض پٹیالوی نے اپنی نادانی اور جہالت کے ماتحت جھوٹ شمار کیا تھا۔ ؏ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔

(۹) رسالہ الخطاب الملیح کی گنگوہی صاحب کی طرف نسبت

معترض پٹیالوی نے لکھا ہے :-

"مرزا صاحب کا سفید جھوٹ ملاحظہ ہو ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۹۹ پر لکھتے ہیں "جواب شبہات الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی والمسیح جو مولوی رشید احمد گنگوہی کی خرافات کا مجموعہ ہے"۔ اس عنوان کے تحت اس رسالہ کو تصنیف حضرت مولانا صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ظاہر کر کے ان کی شان میں بہت کچھ کوداس مارا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ رسالہ مصنفہ حضرت مولانا مولوی اشرف علی صاحب تھانوی ہے۔" (عشرہ صفحہ ۸۶)

الجوابُ الاوّل :- حضرت مسیح موعودؑ کے عنوانِ فوق میں یہ ذکر ہرگز نہیں ہے کہ یہ رسالہ مولوی رشید احمد گنگوہی کی تصنیف ہے اور ان کے نام پر شائع ہُوا ہے۔ بلکہ یہ بتایا گیا ہے کہ الخطاب الملیح میں مولوی گنگوہی کے شبہات اور خرافات درج ہیں۔ ان کا جواب دیا جاتا ہے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی بڑے آدمی کی باتوں کو دوسرے اپنے نام سے بلکہ اس کی تحریر کو بھی اپنے نام سے شائع کر دیتے ہیں۔ بعض دفعہ تو ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ خود ایک آدمی مصلحتاً اپنی تحریر دوسرے کو اشاعت کے لئے دے دے۔ بناء بریں الخطاب الملیح کے شبہات کو مولوی گنگوہی سے منسوب کرنا کیونکر غلط اور جھوٹ[1] ہو گیا؟ جبکہ اشرف علی صاحب تھانوی نے مولوی گنگوہی کی تحریر کو ہی اپنے نام پر شائع کر دیا ہے۔ پٹیالوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ شائع کرنے والا اور راقم مضمون الگ الگ بھی ہو سکتے ہیں۔ اسی رسالہ الخطاب الملیح کے آخری صفحہ پر مولوی گنگوہی کے یہ الفاظ مرقوم ہیں :-

---

[1] جھوٹ اور پھر اس قدر فصیح اُردو میں؟ (ابو العطاء)

"مرزا غلام احمد قادیانی کے کلمات و دعاوی جہاں تک مجھے معلوم ہوئے بے شک موجب فسق ہیں اور وہ قطعاً فاسق وضال مضل اور داخل فرقہائے مبتدعہ واہل اہوا ء ہے۔ اس سے اور اس کے پیروان سے ملنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ اور یہ جو لوگ اس کی تکفیر کرتے ہیں وہ بھی حق پر ہیں فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی" [مہر]

اندریں حالات اگر الخطاب الملیح کے شبہات کو مولوی گنگوہی کے شبہات قرار دیا گیا یا اس تحریر کو روایاتِ صحیحہ کی بناء پر گنگوہی کی تحریر لکھا گیا تو اس کو جھوٹ قرار دینا یقیناً بُرا ہی مکروہ فعل ہے، حق پر پردہ ڈالنا ہے اور صریح کذب بیانی ہے۔

الجوابُ الثانی - فرض کرلو کہ یہ رسالہ خود تھانوی صاحب نے ہی لکھا۔ اس کے لکھنے میں گنگوہی صاحب کا کچھ بھی تعلق نہ ہو پھر بھی حضرت مسیح موعودؑ کے بیان کو "سفید جھوٹ" قرار دینا اپنی گندی فطرت کا اظہار کرنا ہے کیونکہ یہ عام قاعدہ ہے بنی الامیر المدینۃ کہ بادشاہ نے اس شہر کو بنایا" حالانکہ بنانے والے کارندے ہوتے ہیں۔ اسی طرح چونکہ تھانوی صاحب گنگوہی صاحب کے شاگرد اور مرید اور بقول خود اُن سے ہی فیضیافتہ ہیں پس قاعدہ عام کے ماتحت اگر ایسا لکھ دیا گیا تو اس میں حرج کونسا لازم آتا ہے؟ دیکھئے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں:-

"ہم اسی رسالہ الہاماتِ مرزا کے اندر اس رسالہ (آئینہ حق نما مصنفہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ) کے جواب میں کسی ایرے غیرے کو مخاطب نہ کریں گے بلکہ براہِ راست حکیم صاحب (حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسیح الاوّل) کا نام لیں گے۔ کیونکہ عام قانون بنی الامیر المدینۃ کے علاوہ یہاں خاص وجہ بھی ہے۔" (الہاماتِ مرزا ص۴)

اگر اسی لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی تھانوی صاحب کی بجائے گنگوہی صاحب سے اِس رسالہ کو منسوب کر دیں تو اس میں کیا حرج ہے؟ پس اِس نمبر میں معترض نے جو کذب بیانی کا الزام لگایا ہے یہ سراسر غلط ہے۔ وھو المطلوب۔

(۱۰) بائیبل کے چار سو نبیوں کی پیشگوئی

معترض پٹیالوی لکھتا ہے :-

" مرزا صاحب کی دروغ بیانیوں سے آسمانی کتابیں بھی محفوظ نہیں رہیں۔ چنانچہ اِس نمبر میں بائیبل اور قرآن کریم کے متعلق مرزا صاحب کے دو جھوٹ بیان کئے جاتے ہیں۔

(الف) رسالہ ضرورۃ الامام صٓ پر لکھتے ہیں :-

" بائیبل میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ... نبی کو شیطانی الہام ہوا تھا اور انہوں نے الہام کے ذریعہ جو ایک سفید جن کا کرتب تھا ایک بادشاہ کی فتح کی پیشگوئی کی۔ آخر وہ بادشاہ بڑی ذلت سے اس لڑائی میں مارا گیا اور بڑی شکست ہوئی " اِس واقعہ کو نہ صرف ضرورۃ الامام میں بلکہ اور کئی جگہ تقریر دلپذیر وغیرہ میں بھی اِسی طرح لکھا ہے اور اس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی جھوٹے الہام ہو جاتے ہیں ....

مرزا صاحب نے محض بائبل میں لکھا ہے تحریر کر دیا ہے مگر کوئی حوالہ نہیں دیا اور جھوٹ لکھنے کے لیئے ان کی یہی عادت تھی کہ قرآن مجید میں یوں لکھا ہے، حدیث میں یوں آیا ہے، بائبل سے ایسا ظاہر ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ لکھ دیا کرتے تھے۔ حوالہ نہیں دیتے تھے۔ ورنہ اصل عبارت دیکھ کر فوراً ان کا جھوٹ ظاہر ہو جاتا۔

اب بائبل میں اِس واقعہ کو تلاش کیا جائے تو کتاب سلاطین اوّل باب ۱۶ تا ۲۱ میں اس طرح سے لکھا ہے کہ یہ ... شخص بعل بت کے پجاری تھے۔ جو اُس وقت کی اصطلاحِ مروجہ کی رُو سے بعل کے نبی کہلاتے تھے۔ بادشاہِ وقت کو جو بعل پرست تھا کسی دشمن سے مقابلہ پیش آیا اس نے ان نبیوں سے دریافت کیا تو انہوں نے پیشگوئی کر دی کہ تو اس دشمن پر فتحیاب ہو گا۔ ان کے مقابلہ میں ایک سچا نبی بھی اُس زمانہ میں تھا اس نے اللہ تعالیٰ

ے خبر پاکر اس بادشاہ سے کہا کہ تو شکست کھا کر مارا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ اس حقانی نبی نے کہا تھا۔ اور ان چار سو پجاریوں کا قول غلط نکلا جن کو مرزا صاحب ۔۔ یہ نبیوں کا الہام بتاتے ہیں"۔ (عشرہ ۹ـ)

الجواب (الف) ہم نے معترض کی ساری عبارت نقل کر دی ہے تا اس کا اعتراض واضح طور پر سامنے آجائے۔ معترض نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بائیبل اور قرآن مجید کے متعلق جھوٹ بولنے کا الزام لگایا ہے۔ اس حصہ الف میں بائیبل والے جھوٹ کا ذکر کیا ہے۔ حضرت اقدس کی عبارت جو اس نے ضرورۃ الامام سے نقل کی ہے اس کا آخری حصہ ترک کر دیا ہے۔ ہم محققین کی خاطر سب سے پہلے ضرورۃ الامام سے مکمل عبارت پیش کرتے ہیں۔ حضرت نے تحریر فرمایا ہے کہ:

"بائیبل میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ چار سو نبی کو شیطانی الہام ہوا تھا اور انہوں نے الہام کے ذریعہ سے جو ایک سفید جن کا کرتب تھا ایک بادشاہ کی فتح کی پیشگوئی کی۔ آخر وہ بادشاہ بڑی ذلت سے مارا گیا اور بڑی شکست ہوئی۔ اور ایک پیغمبر جس کو حضرت جبرائیل سے الہام ملا تھا اس نے یہی خبر دی کہ بادشاہ مارا جائے گا اور کتے اس کا گوشت کھائیں گے اور بڑی شکست ہوگی۔ سو یہ خبر سچ نکلی مگر ان چار سو نبی کی پیشگوئی جھوٹی ظاہر ہوئی"۔

(ضرورۃ الامام صفحہ ۱۸-۱۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تحریر کی صداقت کا ثبوت دینا ہمارے ذمہ ہے۔ اس عبارت کی بنا پر معترض پٹیالوی کے اعتراضات کے پیش نظر مندرجہ ذیل امور کا ثبوت ہمارے ذمہ آتا ہے۔ اول کیا حضرت مرزا صاحب نے اپنے اس بیان کا حوالہ دیا ہے؟ دوم کیا یہ واقعہ بائیبل میں موجود ہے؟ سوم کیا یہ ۔۔ نبی بعل کے پجاری تھے؟ کیا ان کو از روئے بائیبل نبی قرار دینا غلطی ہے؟

ان امور ثلاثہ کے ذکر سے قبل یہ تو ظاہر ہی ہو چکا ہے کہ حضرت اقدس نے خود بائیبل کے حوالہ سے ایک پیغمبر کا ذکر فرمایا ہے جو جبرائیل کی معرفت الہام یافتہ تھا۔ ان امور ثلاثہ کے

اثبات کے بعد ہم مختصراً اس امر پر بھی بحث کریں گے کہ کیا حضرت اقدسؑ نے اس واقعہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ " انبیاء علیہم السلام کو بھی جھوٹے الہام ہو جاتے ہیں ؟ "

امر اوّل کا ثبوت

معترض پٹیالوی نے حسب عادت بطور پیاوہ گوئی لکھ دیا ہے کہ (نعوذ باللہ) حضرت مسیح موعود علیہ السلام عادۃً جھوٹ لکھنے کے لئے حوالہ کا ذکر نہیں کیا کرتے تاکہ اصل عبارت دیکھ کر فوراً ان کا جھوٹ نہ ظاہر ہو جائے اور پھر یہ تسلیم کرنے کے باوجود کہ " نہ صرف ضرورۃ الامام میں بلکہ اور کئی جگہ تقریر دلپذیر مٹ وغیرہ میں بھی اسی طرح لکھا ہے " یہ دعویٰ کرتا ہے کہ :-

" مرزا صاحب نے محض 'بائیبل میں لکھا ہے' تحریر کر دیا مگر کوئی حوالہ نہیں دیا "

گویا منکر پٹیالوی نے تمام کتب کو جن میں حضرتؑ نے " اسی طرح لکھا ہے " چھان مارا ہے لیکن کسی جگہ بقول اس کے حضرتؑ نے اس بیان کا حوالہ نہیں دیا۔

ناظرین کرام ! آپ اس پٹیالوی اکذب کی فریب کاری اور تحدّی کو دیکھئے اور اس ژاژ خائی اور شرارت پر نگاہ ڈالیئے۔ جو وہ ناواقفوں کی گمراہی کے لئے اختیار کر رہا ہے اور ادھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مشہور کتاب ازالہ اوہام کی حسب ذیل سطور پڑھیئے۔ لکھا ہے :-

" مجموعہ توراۃ میں سے سلاطین اوّل باب بائیس آیت انیس میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اس کی فتح کے بارے میں پیشگوئی کی اور وہ جھوٹے ہوئے اور بادشاہ کو شکست آئی۔ الخ " (صفحہ ۲۵ طبع سوم)

اور پھر قرآنی آیت لعنة الله على الكاذبين کی تلاوت کیجئے۔ بھائیو ! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہایت واضح طور پر سلاطین ۱ باب ۲۲ کا حوالہ دیا ہے۔ اس سارے باب میں یہ قصہ مذکور ہے مگر اکذب پٹیالوی کہتا ہے کہ مرزا صاحبؑ نے اس کا کہیں حوالہ نہیں دیا اور وہ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ ہم نے حضرتؑ کی کتاب سے امر اوّل کا اثبات کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی

معترض پٹیالوی کا کھلا جھوٹ ثابت ہو گیا۔

امر دوم کا اثبات

دوسری بات ثبوت طلب یہ تھی کہ کیا حضرتؑ کی تحریر کے مطابق واقعہ بائبل میں موجود ہے؟ سو اس کے لئے مندرجہ ذیل آیات ملاحظہ ہوں لکھا ہے:۔

"تیسرے سال ایسا ہوا کہ یہوداہ کا بادشاہ یہوسفط شاہ اسرائیل کے یہاں اُتر آیا۔ تب شاہ اسرائیل نے اپنے ملازموں سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ رامات جلعاد ہمارا ہے۔ کیا ہم چپکے رہیں اور شاہِ ارم کے ہاتھ سے پھر نہ لے لیں۔ پھر اس نے یہوسفط سے کہا کیا میرے ساتھ لڑنے کو تو رامات جلعاد پر چڑھیگا؟ سو یہوسفط نے شاہ اسرائیل کو جواب دیا۔ جیسا تو ہے ویسا میں ہوں۔ جیسے تیرے لوگ ویسے میرے لوگ۔ جیسے تیرے گھوڑے ویسے میرے گھوڑے۔ اور یہوسفط نے شاہِ اسرائیل سے کہا آج کے دن خداوند کی مرضی الہام سے دریافت کیجئے۔ تب شاہ اسرائیل نے اس روز نبیوں کو جو قریب چار سو آدمی کے تھے اکٹھا کیا اور ان سے پوچھا میں رامات جلعاد پر لڑنے چڑھوں یا اس سے باز رہوں۔ وہ بولے چڑھ جا کہ خداوند اسے بادشاہ کے قبضے میں کردے گا۔ پھر یہوسفط بولا ان کے سوا خداوند کا کوئی نبی ہے کہ ہم اس سے پوچھیں؟ تب شاہ اسرائیل نے یہوسفط سے کہا کہ ایک شخص املہ کا بیٹا میکایاہ تو ہے اس سے ہم خداوند کی مشورت پوچھ سکتے ہیں لیکن میں اس سے دشمنی رکھتا ہوں کیونکہ وہ میرے حق میں نیکی کی نہیں بلکہ بدی کی پیش خبری کرتا ہے۔ (آخر میکایاہ کو بلایا جاتا ہے۔ ناقل)۔ ۔ ۔ ۔ تب شاہ نے اسے فرمایا میکایاہ! ہم لڑنے کو رامات جلعاد پر چڑھیں یا اس سے باز رہیں۔ اس نے جواب میں کہا۔ جا اور کامیاب ہو کہ خداوند اسے شاہ کے قبضے میں کردے گا۔ پھر شاہ نے اسے کہا میں کتنے مرتبے تجھے قسم دیکے جتاؤں کہ تو مجھ سے کچھ نہ کہے۔ مگر خداوند کے نام سے وہی جو سچ ہے۔ تب

وہ بولا میں نے سارے اسرائیل کو اُن بھیڑوں کی مانند جو بے چوپان ہوں پہاڑوں پر بھٹکتے ہوئے دیکھا اور خداوند نے فرمایا کہ ان کا کوئی آقا نہیں۔ سو ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے گھر سلامت چلا جائے۔ تب شاہ اسرائیل نے یہوسفط سے کہا کیا میں نے تجھ سے نہ کہا تھا کہ یہ میرے حق میں نیکی کی نہیں بلکہ بدی کی پیشن خبری کرے گا۔ پھر اس نے کہا کہ اسلیئے تم خداوند کے سخن کو سنو میں نے خداوند کو اس کی کرسی پر بیٹھے دیکھا اور آسمانی سارا لشکر اُس کے آس پاس دا ہنے ہاتھ اور اسکے بائیں ہاتھ کھڑا تھا۔ اور خداوند نے فرمایا کہ اخی اب (شاہ اسرائیل) کو کون ترغیب دیگا تاکہ وہ چڑھ جائے اور رامات جلعاد کے سامنے کھیت آئے۔ تب ایک اس طرح سے بولا اور ایک اُس طرح سے۔ اسوقت ایک روح نکل کے خداوند کے سامنے آ کھڑی ہوئی اور بولی کہ میں اسے ترغیب دوں گی۔ پھر خداوند نے فرمایا کس طرح سے؟ وہ بولی میں روانہ ہوں گی اور جھوٹی روح بن کے اسکے سارے نبیوں کے منہ میں پڑوں گی۔ اور وہ بولا تو اسے ترغیب دے گی اور غالب بھی ہوگی۔ روانہ ہو اور ایسا کر۔ سو دیکھ خداوند نے تیرے ان سب نبیوں کے منہ میں جھوٹی روح ڈالی ہے اور خداوند ہی نے تیری بابت بُری خبر دی ہے۔ الخ" (سلاطین کی کتاب ۱ باب ۲۲)

آگے اس باب کے آخری حصہ میں بادشاہ کے مرنے کا تفصیل سے ذکر آتا ہے۔

معزز قارئین! آپ اس بات پر ذرا غور فرمائیں گے تو آپ کو اقرار کرنا پڑے گا کہ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے بعینہٖ اسی طرح بائیبل میں موجود ہے۔ شاہ اسرائیل کے چار سو نبی شیطانی الہام سے اس کی فتح کی پیشگوئی کرتے ہیں۔ ایک پیغمبر میکایاہ روح القدس کے ذریعہ اس کی ہلاکت کا الہام سُناتا ہے۔ آخر وہ بادشاہ ذلت سے مارا جاتا ہے اور چار سو نبی کی پیشگوئی غلط ہوتی ہے اور ایک پیغمبر کی خبر درست ثابت ہوتی ہے گویا حضرت اقدسؑ کے بیان کی حرف بحرف تائید موجود ہے۔

حقیقت اور واقعیت تو یہ ہے لیکن پٹیالوی الکذب لکھتا ہے :-

"مرزا صاحب کے اس بیان میں صداقت کا ایک ذرہ بھی نہیں۔ یہ محض دھوکا ہے۔ اور صرف یہ ایک واقعہ ہی مرزا صاحب کے کذب کی صریح دلیل ہے۔" (عشرہ صفحہ ۸۶)

حضرات! خدا را انصاف کریں اور بتائیں کہ کیا پٹیالوی کا یہ بیان درست ہے؟ کیا واقعی حضرت مرزا صاحبؑ کے بیان میں صداقت کا ذرہ نہیں؟ کیا سچ مچ وہ دھوکا ہے؟ کیا حقیقتاً وہ مرزا صاحب کے کذب کی دلیل ہے؟ میں تو حیران ہوں کہ پٹیالوی ایسے کذاب کے لئے لغت میں کونسا لفظ ہے جو اس قدر کذب بیانی میں بیباک ہے کہ اس کو
چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد کی مثال بھی پورے طور پر ادا نہیں کرتی۔
آہ! ان لوگوں نے دیانت کو چھوڑ کر حق کی مخالفت میں ناخنوں تک زور لگایا مگر کیا خدا کے کام کو عاجز مخلوق روک سکتی ہے؟ ہرگز نہیں ؎

غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے ÷ بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

امر سوم کا ثبوت معترض پٹیالوی نے آخر الامر بائیبل کے حوالہ سے ایک واقعہ ذکر کر کے بتایا ہے کہ یہ چار سو نبی جن کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ذکر فرمایا ہے۔ در حقیقت بعل کے پجاری تھے۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ معترض نے اس بیان میں بھی صریح دھوکا دیا ہے۔ جن چار سو نبیوں کا حضرت اقدسؑ نے ذکر فرمایا ہے وہ اور ہیں اور جن بعل کے پجاریوں کا ذکر معترض پٹیالوی نے کیا ہے وہ اور ہیں۔ ہمارے اس دعویٰ کے ثابت ہو جانے پر معترض پٹیالوی کے مزید کئی جھوٹ ثابت ہو جائیں گے۔ ہمارے دعویٰ کے ثبوت حسب ذیل ہیں۔

اوّل۔ جس واقعہ کو معترض پٹیالوی نے ذکر کیا ہے اس کا حوالہ اس نے سلاطین ۱ باب ۱۶ تا ۲۱ لکھا ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس واقعہ کا ذکر کیا ہے اس کے لئے آپؑ نے سلاطین ۱ باب ۲۲ کا حوالہ تحریر فرمایا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ذکر فرمودہ حوالہ کی عبارت تو اوپر گزر چکی ہے اب اگر منکر پٹیالوی کا حوالہ (باب ۱۶ تا ۲۱)

بھی درست ہے تو معلوم ہوا کہ واقعہ دو ہیں اور علیحدہ علیحدہ ہیں۔ لہذا بعل کے پجاری اور چار سو نبی الگ الگ ہیں۔

دوم۔ دونوں قسم کے نبیوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔ لکھا ہے:۔

(الف) "ایلیاہ نے ان لوگوں کو کہا خداوند کے نبیوں میں سے میں ہاں میں ہی اکیلا باقی ہوں۔ پر بعل کے نبی چار سو پچاس آدمی ہیں۔" (۱سلاطین ۱۸/۲۲)

(ب) "تب شاہ اسرائیل نے اس روز نبیوں کو جو قریب چار سو آدمی کے تھے اکٹھا کیا۔" (۱سلاطین ۲۲/۶)

یہ اختلاف بھی بتاتا ہے کہ بعل کے نبی اور تھے اور بائیسویں باب والے نبی اور تھے۔

سوم۔ سلاطین باب ۲۲ میں جن نبیوں کا ذکر ہے ان کا مقابلہ میکایاہ نبی سے کئی سال بعد ہوا لیکن باب ۱۸ میں بعل کے جن نبیوں کا ذکر ہے ان کا مقابلہ باب بائیسویں کے واقعہ سے تین سال قبل ایلیاہ نبی کے ساتھ ہوا تھا۔ لکھا ہے:۔

"جب ان سب لوگوں نے یہ دیکھا تو وہ اوندھے منہ گرے اور بولے خداوند وہی خدا ہے۔ خداوند وہی خدا ہے۔ ایلیاہ نے انہیں کہا بعل کے نبیوں کو پکڑ لو کہ ان میں سے ایک بھی جانے نہ پائے۔ سو انہوں نے انہیں پکڑا اور ایلیاہ ان کو وادی قیسون میں لایا اور انہیں قتل کیا۔" (سلاطین ۱ ب ۱۸/۴۰)

پس معلوم ہوا کہ بعل کے نبیوں کا قضیہ حضرت ایلیاہ کے سامنے واقع ہوا اور انہوں نے وادی قیسون میں ان کو قتل کر دیا۔ اب اس کے تین سال بعد کے حالات باب ۲۲ میں مذکور ہیں اور وہاں یہ چار سو نبیوں کی ایک بات کا ذکر ہے۔ اور یہ نبی وہ ہیں جن کو اسرائیلی (یہودی) بادشاہ "خداوند کے نبی" کے نام سے یاد کرتا ہے۔ یہ واقعات بتاتے ہیں کہ یہ دونوں بیانات بالکل جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں۔ بعل کے نبیوں کا ذکر بھی بائیبل میں ہے مگر یہ کہنا صریح مغالطہ ہے کہ باب ۲۲ کے چار سو نبی بھی بعل کے پجاری تھے۔

ناظرین! اِن حالات کی روشنی میں آپ کو اِس بات کے فیصلہ کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوسکتی کہ معترض پٹیالوی نے کس قدر خیانت سے کام لیا ہے اور پھر تعجب پر تعجب تو یہ ہے کہ خود خائن ہوکر "اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" والی بات کر رہا ہے۔ الزام حضرت اقدسؑ پر لگا رہا ہے اور اپنی یہ حالت ہے۔ سچ ہے سے

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد ٭ میلش اندر طعنہ پاکاں رود!

اب ہم امورِ ثلاثہ کے ثبوت سے فارغ ہوچکے۔ اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِس واقعہ سے کیا استدلال فرمایا ہے؟

انبیاء علیہم السلام اور الہام شیطانی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِس واقعہ کے ذکر کرنے سے صرف اِس امر کا اظہار فرمایا ہے کہ شیطانی الہام بھی ہوتا ہے۔ اور اس سے کون عقلمند انکار کرسکتا ہے۔ مگر قرآن مجید کی اصطلاح والے نبیوں کو اس سے محفوظ و مصئون کیا جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں:-

"واضح ہو کہ شیطانی الہامات ہونا حق ہے اور بعض ناتمام سالک لوگوں کو ہوا کرتے ہیں۔ اور حدیث النفس بھی ہوتی ہے جس کو اضغاث احلام کہتے ہیں۔ اور جو شخص اس سے انکار کرے وہ قرآن شریف کی مخالفت کرتا ہے۔ کیونکہ قرآن شریف کے بیان سے شیطانی الہام ثابت ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تک انسان کا تزکیہ نفس پورے اور کامل طور پر نہ ہو تب تک اس کو شیطانی الہام ہوسکتا ہے اور وہ آیت عَلٰی كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ کے نیچے آسکتا ہے مگر پاکوں کو شیطانی وسوسہ پر بلا توقف مطلع کیا جاتا ہے۔"

(ضرورۃ الامام صفحہ ۱۲)

آیت وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ کے ماتحت تفسیر جلالین میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ سورۃ النجم کے پڑھتے وقت شیطان نے فقرہ "تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰى" آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جاری کر دیا تھا۔ پھر جبرائیل نے اس کا ازالہ کیا۔ (ص۲۸۲)
دوسرے انبیاء کرام پر اگر کوئی ایسا القاء ہو تو فوراً اس کا ازالہ کر دیا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس واقعہ کا ذکر ایک خاص سلسلہ میں ارقام فرمایا ہے۔ حضور تحریر فرماتے ہیں:۔

"ہم اس جگہ ان صاحبوں (عبدالحق غزنوی و محی الدین صاحب لکھو والے) کے الہامات کی نسبت کچھ زیادہ لکھنا ضروری نہیں سمجھتے۔ صرف اس قدر تحریر کرنا کافی ہے کہ الہام رحمانی بھی ہوتا ہے اور شیطانی بھی۔ اور جب انسان اپنے نفس اور خیال کو دخل دیکر کسی بات کے استکشاف کے لیئے بطور استخارہ یا استخبارہ وغیرہ کے توجہ کرتا ہے۔ خاص کر اس حالت میں کہ جب اس کے دل میں یہ تمنا مخفی ہوتی ہے کہ میری مرضی کے موافق کسی کی نسبت کوئی برا یا بھلا کلمہ بطور الہام مجھے معلوم ہو جائے۔ تو شیطان اس وقت اس کی آرزو میں دخل دیتا ہے اور کوئی کلمہ اس کی زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ اور دراصل وہ شیطانی کلمہ ہوتا ہے۔ یہ دخل کبھی انبیاء اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے مگر بلا توقف نکالا جاتا ہے۔ اسی کی طرف اللہ جلّ شانہٗ قرآن کریم میں اشارہ فرماتا ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّا اِذَا تَمَنّٰۤی اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْۤ اُمْنِیَّتِهٖ الخ ایسا ہی انجیل میں بھی لکھا ہے کہ شیطان اپنی شکل نوری فرشتوں کے ساتھ بدل کر بعض لوگوں کے پاس آجاتا ہے۔ دیکھو خط دوم قرنتیان باب ۱۱ آیت ۱۴۔ اور مجموعہ تورات سے سلاطین اول باب ۲۲ آیت انیس میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اس کی فتح کے بارے میں پیشگوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے الخ" (ازالہ اوہام ص۲۵۸ طبع دوم)

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اہل بائیبل پر حجت کے لیئے بائیبل کا حوالہ ذکر فرمایا ہے۔ بیشک آیت الا اذا تمنّٰی کے ایک معنی یہ بھی ہیں۔ اور عام طور پر

---

[۱] ہم اس کے قائل نہیں۔ بلکہ اسے منافق طبع لوگوں کی شرارت مانتے ہیں۔ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تو وہ شان ہے کہ ان کا شیطان بھی مسلمان ہو گیا تھا۔ فلا یأمرہٗ الا بخیر۔ (مصنّف)

مفسرین نے یہی معنے لکھے ہیں۔ ان معنوں کی رُو سے مندرجہ بالا استدلال نہایت قطعی ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں اس کے ایک اَور زیادہ لطیف معنی بھی موجود ہیں۔ بہرحال حضرتؑ کے اس بیان پر کہ بعض لوگوں کو شیطانی الہام بھی ہو جاتا ہے جیسا کہ غزنوی عبدالحق اور محی الدین کو ہوئے قرآن مجید کا اشارہ اور تورات و انجیل کی تصریح موجود ہے۔ فلا اعتراض۔

تورات کے چار سَو نبی

واقعہ کی تصحیحِ نقل کے بعد ہم یہ بھی لکھنا ضروری سمجھتے ہیں کہ جن انبیاء کے متعلق سلاطین ۱ باب ۲۲ میں ذکر ہے وہ قرآن مجید کی شرعی اصطلاح کے مطابق نبی نہ تھے بلکہ بائیبل کے عام محاورہ کی رُو سے ان کو نبی کہا گیا ہے۔ قرآنی انبیاء کی شان میں تو حضرت مسیح موعودؑ کے یہ الفاظ ہیں کہ ان کی وحی میں اگر شیطان دخل دینا بھی چاہے تو وہ دخل "بلا توقف نکالا جاتا ہے"۔ لیکن تورات سے ان نبیوں کا جو حال ثابت ہے وہ یہ ہے کہ وہ اخیر وقت تک اپنی بات پر بضد رہے۔ بلکہ ان میں سے ایک نے میکایاہ نبی کی راستگوئی پر اس کو ایک تھپڑ بھی مار دیا (دیکھو سلاطین ۱ $\frac{۲۲}{۲۴}$)

پس حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ کے مطابق یہ چار سو نبی قرآنی اصطلاح میں نبی نہ تھے۔ بلکہ ضرورۃ الامام صـ۱۲ کی تشریح کے مطابق "ناتمام سالک" اور تزکیۂ نفس میں ادھورے اور ناقص انسان تھے۔ پھر ضرورۃ الامام کے زیرِ بحث حوالہ سے بھی ان کی حیثیت بہت معمولی ثابت ہوتی ہے۔ وہ عرب کے کاہنوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ ضرورۃ الامام صـ۱ سے بھی یہی ثابت ہے۔

پس اس واقعہ کو پیش کر کے "انبیاء علیہم السلام پر جھوٹے الہام" کے استدلال کا حضرت مسیح موعودؑ پر الزام لگانا خود ایک ناپاک الزام ہے۔

خود بائیبل کے مفسر بھی ان چار سو نبیوں کو بعل کے نبیوں سے الگ اور بالکل معمولی خواب بین تسلیم کرتے ہیں۔ امریکہ کے بعض پادریوں نے ایک تفسیر شائع کی ہے اس میں لکھا ہے:۔

"یہ چار سو نبی یہوواہ کے نام پر نبوت کرتے تھے۔ مگر اس موقع پر وہ جھوٹے ہوئے اور بادشاہ کا پہلے کہنا کہ ان چار سو کے سوائے کوئی اَور بھی یہوواہ کا نبی

ہے ظاہر کرتا ہے کہ وہ یہوواہ کے نبی تھے۔ پھر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ چار سو نبی جن کا ذکر باب ۲۲ میں ہے وہ اور تھے۔ اور جو بعل کے نبی تھے وہ اور تھے' ان کا ذکر باب ۱۸ میں ہے۔ ان کی تعداد چار سو پچاس تھی۔ بعل کے نبی اپنی نبوت بعل کے نام پر کرتے تھے۔ لیکن اوّل الذکر نبیوں نے جو نبوت کی اس میں انہوں نے خدا کا نام لیا ہے اور بادشاہ نے بھی ان کی نسبت یہی کہا ہے کہ کیا خداوند کا کوئی اور نبی بھی ہے۔ جن نبیوں کو محاورۂ تورات میں کاذب کہا گیا ہے وہ بھی دراصل کاذب اور مفتری علی اللہ نہ تھے" (جلد ۲ صفحہ ۳۲۱)

اس قسم کے تذکرے ڈکشنری آف کرائسٹ اینڈ گاسپل جلد ۲ صفحہ ۴۳۲ نیز انسائیکلوپیڈیا ببلیکا جلد ۳، طالمود سنیڈریم حصہ ۳۰، جیوش انسائیکلوپیڈیا جلد ۱۰ میں بھی موجود ہیں۔

ان بیانات سے ظاہر ہو گیا کہ جن چار سو نبیوں پر شیطانی الہام کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے وہ درحقیقت نبی نہ تھے بلکہ زیادہ سے زیادہ محدثیت کے مقام پر تھے' بائیبل کے عام محاورہ میں ان کو نبی کہا گیا ہے' جو حقیقت پر محمول نہیں اور نہ ہی قرآنی اصطلاح میں وہ نبی کہلانے کے مستحق تھے۔ یہ اصلیت ہمارے حضرتؑ کے حوالجات سے بھی ثابت ہے۔ تورات کے مفسر بھی اسی پر صاد کرتے ہیں، واقعات بھی اسی کی تائید میں ہیں۔ ان صورتِ حالات میں معترض پٹیالوی کا جھوٹ اور افتراء خود اس کے گلے کا ہار ہو گیا۔ وللہ الحمد اوّلاً و آخراً۔

(ب) معترض پٹیالوی نے اپنے اس دسویں نمبر کے حصہ ب میں جو اعتراض کیا ہے وہ اس کے الفاظ میں ہی مختصراً یہ ہے:۔

"ازالہ اوہام صفحہ ۳۴۳[ل] میں مرزا صاحب نے اس امر پر بحث کی ہے کہ جسم خاکی آسمان پر نہیں جا سکتا۔ اس کا ثبوت قرآن شریف کی آیت ذیل سے دیتے ہیں۔ او ترقیٰ فی السماء قل سبحان ربی ھل کنت الا بشراً رسولاً

ل یہ صفحہ کس ایڈیشن کا ہے؟ کیونکہ چھوٹے سائز کا صفحہ ۲۲۴ اور بڑے کا صفحہ ۲۵۶ ہے۔ (ابو العطاء)

.... ترجمہ میں تصرف[1] کے علاوہ مرزا صاحب نے یہاں ایک بڑا بھاری دھوکا دیا ہے۔ اور کلام الٰہی میں چوری کی ناپاک کوشش کی ہے کیونکہ قرآن کریم کی اصل آیت کا ایک جزو[2] ہی حذف کر دیا جو اس آیت کی جان[3] ہے اصلی آیت سورہ بنی اسرائیل کے دسویں رکوع میں اس طرح پر ہے۔ او ترقیٰ فی السماء ولن نؤمن لرقیّك حتّی تنزل علینا کتاباً نقرؤہٗ قل سبحان ربّی ھل کنت الّا بشراً رسولاً آیت کا وہ حصہ جس پر خط کھینچا گیا ہے مرزا صاحب نے دانستہ چھپا لیا اور اپنی کتاب ازالہ اوہام میں درج نہیں کیا۔" (عشرہ مثلہ)

الجواب۔ (الف) اگر محض ایک حصہ آیت کا حذف "بھاری دھوکا" اور "کلام الٰہی میں چوری کی ناپاک کوشش" کہلاتا ہے تو بتایئے کہ آپ نے جتنا حصہ درج کیا اور اسے آیت قرار دیا ہے اس میں سے پوری آیت کا ایک حصہ" او یکون لك بیت من زخرف" دانستہ چھپا کر آپ نے بھاری دھوکا دیا ہے یا نہیں ؟ اگر کہو کہ نہیں کیونکہ ساری آیت کا ذکر کرنا ضروری نہیں ہوتا بلکہ صرف محل استدلال حصہ کو بطور استشہاد ذکر کر سکتے ہیں۔ تو میں کہتا ہوں کہ پھر آپ نے اس تیز زبانی سے کیوں کام لیا۔ کیا حضرت مرزا صاحب کے متعلق یہی خیال نہ کر سکتے تھے ؟ منشی صاحب ! آپ نے محض ایک حصہ کے عدم ذکر کو "بھاری دھوکا" قرار دیا۔ خدا تعالیٰ نے یہ الزام آپ پر ہی ثابت کر دیا۔ کیا اب بھی اِنّی مھینٌ من اراد اھانتك کے الہام میں شبہ ہے ؟

(ب) تم خود تسلیم کر چکے ہو کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے ازالہ اوہام کے صفحہ مذکورہ پر بحث یہ کی ہے کہ :۔

---

[1] تصرف نہیں بلکہ اس کو ترجمہ تفسیری کہتے ہیں۔ مؤلف۔ [2] ایک جزو تم نے بھی حذف کر دیا ہے کیونکہ پوری آیت یوں ہے او یکون لك بیت من زخرف او ترقیٰ فی السماء ولن نؤمن لرقیّك حتّی تنزل علینا کتاباً نقرؤہٗ قل سبحان ربّی ھل کنت الّا بشراً رسولاً۔ قرآن مجید کھول کر دیکھ لیجئے۔ ضرورت کے مطابق آیت کا حصہ نقل ہو سکتا ہے۔ (ابو العطاء) [3] قرآن مجید کا ہر ہر لفظ جان ہے۔ (مؤلف)

"جسم خاکی آسمان پر نہیں جا سکتا۔ اس کا ثبوت قرآن شریف کی آیت ذیل سے دیتے ہیں۔" (عشرہ صفحہ)

اب سوال یہ ہے کہ جب موضوع بحث صرف اس قدر تھا کہ "جسم خاکی آسمان پر نہیں جا سکتا" تو اس صورت میں آیت کا ایک حصہ جو اس موضوع سے بالذات متعلق نہیں اس کو چھوڑ دیا جائے تو کیا دنیا کا کوئی بھی شریف انسان اسے "بھاری دھوکہ" کہہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ چونکہ حصہ ولن نؤمن لرقیک حتّٰی تنزّل علینا کتٰباً نقرؤہٗ براہِ راست اس موضوع بحث کی تائید یا تردید نہیں کرتا بلکہ یہ تو کفار کی طرف سے آسمان پر جانے کی صورت میں مزید شرط یا فرع ہے۔ اس لیئے حضرت اقدسؑ نے صرف حصہ مطلوبہ کو ذکر کر دیا۔ حضرت امام بخاری کا بھی یہی اسلوب ہے۔ پھر دیکھیئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کا بھی یہی طریق ہے۔ لکھا ہے:۔

(۱) "باید دانست کہ در مثل وَلَوْ تَرٰىٓ اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَلَوْ یَرَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ اصل آنست کہ جواب شرط محذوف باشد۔" (الفوز الکبیر صفحہ ۲۵)

(۲) "واؤ در مواضع بسیار توکید وصلت باشد نہ برائے عطف اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ وَكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ۔" (الفوز الکبیر صفحہ ۲۹)

پہلے اور دوسرے دونوں حوالوں میں مختلف مقامات کی آیات کے ٹکڑوں کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے اور زیر بحث مضمون سے غیر متعلق حصہ کو ترک کر دیا ہے۔ کیا معترض پٹیالوی کے نزدیک حضرت شاہ صاحب نے نعوذ باللہ "بھاری دھوکہ" دیا ہے اور کلام الٰہی میں تحریف کی ناپاک کوشش کی ہے؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو حضرت مرزا صاحبؑ پر اعتراض کیوں؟ میں معترض پٹیالوی سے پھر پوچھتا ہوں کہ کیا خود آپ نے اعتراض کرتے وقت اسی مقام پر آیت کے حصہ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ کو دانستہ چھپا کر بھاری دھوکہ دیا ہے؟ ؎

بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر!

(ج) ازالۂ اوہام میں جو دعویٰ تھا اس کے اثبات کے لئے جتنا حصہ ضروری النقل تھا وہ وہاں درج کر دیا گیا۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسی جگہ بھی حصہ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ کا ذکر نہیں فرمایا۔ اور اگر معترض پٹیالوی کی تراشخاشی درست ہوتی تو چاہیئے تھا کہ حضرت کی کسی تحریر یا کسی کتاب میں اس حصہ کا ذکر نہ ہوتا۔ لیکن واقعات اس کے برخلاف ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ ازالۂ اوہام میں محض مقام کی مناسبت سے یہ حصہ رہ گیا ہے۔ کیونکہ دوسری متعدد کتب میں اس کا ذکر موجود ہے۔ بطور نمونہ دو مقام درج ذیل ہیں:۔

(۱) "ہاں مکّہ کے لوگوں نے یہ نشان مانگا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر سونے کا ہو جائے اور اس کے ارد گرد نہریں بھی جاری ہوں۔ اور نیز یہ کہ آپ ان کے دیکھتے ہوئے آسمان پر چڑھ جائیں اور دیکھتے دیکھتے آسمان پر سے اُتر آئیں اور خدا کی کتاب ساتھ لا دیں اور وہ اس کو ہاتھ میں لیکر ٹٹول بھی لیں تب ایمان لائیں گے۔ اس درخواست میں اگرچہ جہالت تھی لیکن میاں عبدالحق کی طرح ایذا دینے والی شرارت نہ تھی۔ ۔ ۔ ۔ قرآن شریف میں اقتراحی نشانوں کے مانگنے والوں کو یہ جواب دیا گیا تھا کہ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا یعنی خدا کی شان اس تہمت سے پاک ہے کہ کسی اس کے رسول یا نبی یا ملہم کو یہ قدرت حاصل ہو کہ جو الوہیت کے متعلق خارق عادت کام ہیں ان کو وہ اپنی قدرت سے دکھلائے۔ اور فرمایا کہ ان کو کہدے کہ میں تو صرف آدمیوں میں سے ایک رسول ہوں۔ جو اپنی طرف سے کسی کام کے کرنے کا مجاز نہیں ہوں۔" (تحفہ غزنویہ صفحہ ۹)

(۲) "آپ سے کفار قریش نے تمام تر اصرار یہ معجزہ طلب کیا تھا کہ آپ ہمارے روبرو آسمان پر چڑھ جائیں اور کتاب لیکر آسمان سے اُتریں تو ہم سب ایمان لے آویں گے اور ان کو یہ جواب ملا تھا قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا

بَشَراً رَّسُوْلاً یعنی میں ایک بشر ہوں اور خدا تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وعدہ کے برخلاف کسی بشر کو آسمان پر چڑھا دے۔" (لیکچر سیالکوٹ ص۲۳)

یہ بیانات بھی معترض پٹیالوی کی کھُلی کھُلی تردید ہیں۔ اے کاش کہ حق کی دشمنی ان لوگوں کو اتنا ذلیل نہ کرتی۔

(۵) جس شخص نے ایک دفعہ بھی ازالہ اوہام کے اس مقام کو دیکھا ہوگا وہ معترض پٹیالوی کی افسوسناک حرکات پر رنجیدہ ہوگا۔ کیونکہ ازالہ اوہام کے اس موقع پر عبارت ترجمہ میں قریباً اڑھائی انچ بیاض (خالی جگہ) ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر متذکرہ صدر وجوہات کو نہ بھی تسلیم کیا جائے تب بھی آیت کے ایک حصّہ کا حذف اور اس کے ترجمہ کا ترک ہوجانا محض سہوِ کاتب ہے اس کو کذب بیانی سے دُور کا تعلق بھی نہیں۔

حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَّقْرَؤُهٗ کی تفسیر

ہم سطور بالا میں معترض پٹیالوی کے دعویٰ کی بفضلہٖ تعالیٰ ہر رنگ میں تردید کر چکے ہیں۔ اب آخر میں اس کی علمی قابلیت ملاحظہ ہو۔

حدیث صحیح میں لکھا ہے کہ تفسیر بالرّائے کرنا (یعنی بجائے اس کے کہ انسان اپنی رائے کو قرآن مجید کے مطابق بنائے آیاتِ قرآنی کو مروڑ کر اپنی رائے کے ماتحت کر دے) سخت گناہ ہے' ایسا شخص اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔ معترض پٹیالوی عنوان کی آیت کی تفسیر کس شانِ بے دردی سے کرتے ہیں۔ لکھا ہے:-

"ان (کفار) کی صرف ایک درخواست نمبر۶ ایسی تھی جو منظور ہو سکتی تھی یعنی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمان پر چڑھنا مگر کفار کو اس سے بھی طلبِ حق مقصود نہ تھا اور نہ ایمان لانا چاہتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر جا چکے ہیں۔ اسلئے اس کے ساتھ ہی یہ شرط لگا دی جس پر خط کھینچا گیا ہے۔ اور یہی وہ شرط ہے جسے مرزا صاحب نے حذف کر دیا ہے اور اپنی کتاب میں درج نہیں کیا۔ یہ کیسی

ؔ اس الزام کا تفصیلی جواب گزر چکا ہے۔ (مؤلف)

بے معنی درخواست تھی کہ کفار پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اِس امر کے طالب تھے کہ ہم کو بھی صاحب کتاب رسول بنادے۔ جو کسی حالت میں قابلِ منظوری نہ تھی۔ اس لیئے جواب دلوا دیا گیا کہ بے وقوفو! میں تو خود ایک بشر اور رسول ہوں۔ کیا مجھ میں خدائی طاقتیں بھی ہیں جو تم کو بھی اپنے جیسا رسول بنادوں۔" (عشرہ صفحہ ۹۰-۸۹)

قارئین کرام! اِن نکاتِ تفسیریہ کو پڑھیئے اور سر دُھنیئے۔ کیا یہ تعجب کا مقام نہیں کہ ایسے ایسے "واقفِ اسرار" بھی احمدیت کی تردید میں اپنے آپ کو "تیس مارخاں" سمجھتے ہیں ؎

بُت کریں آرزو خُدائی کی
شان ہے تیری کبریائی کی

مجھے یقین ہے کہ اس فقرہ کی یہ تشریح کفارِ عرب کے وہم میں بھی نہ آئی ہوگی۔ آج اگر وہ لوگ زندہ ہوتے تو منشی محمد یعقوب کو اپنا سردار تسلیم کرتے۔ اچھا! ان کے لیئے یہی خوشی کافی ہے کہ ابھی دنیا میں ایسے سپوت موجود ہیں جو ؏

پدر نتواند پسر تمام کند

کے حقیقی مصداق ہیں۔

گستاخی معاف! مؤلف صاحب عشرہ کاملہ! آپ پہلے تو لکھ چکے ہیں کہ "مرید ہی گواہ ہوسکتے ہیں" (عشرہ صفحہ ۳) مگر اب یہ کیا فرمارہے ہیں کہ "وہ جانتے تھے کہ پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم آسمان پر جا چکے ہیں۔" کیا یہ کفار آنحضرتؐ کے مرید تھے؟ ابھی ایک ہی فصل میں اتنا تہافت؟ سوچیئے تناقض اس کو کہتے ہیں۔ سچ ہے:-

ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً

ہاں لگے ہاتھوں یہ بھی بتا دیجئے کہ کفار کے اس علم اور جاننے کا ثبوت کہاں ہے؟ غور کریں گے تو پتہ لگے گا کہ بے حوالہ بات کرنا اسے کہتے ہیں۔

آپ نے تنزّل علینا کتاباً کا جدید ترجمہ اور نئی تفسیر یوں بیان کی ہے کہ:۔

"کفار پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اس امر کے طالب تھے کہ ہم کو صاحب کتاب رسول بنا دے۔"

ہم تو حیران ہیں کہ اس حرکت کا نام حماقت رکھیں یا اسے شرارت سمجھیں۔ دھوکہ دہی پر محمول کریں یا "کم علم" ہونے کا عملی ثبوت سمجھیں۔ خیر ہم کچھ بھی نام نہیں رکھتے، یہ ناظرین کا اپنا کام ہے۔

گویا وہ کفار جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مفتری اور کاذب سمجھ رہے ہیں آپ کی صداقت کی دلیل کے طور پر یہ معجزہ مانگ رہے ہیں کہ تو خود ہم کو صاحب کتاب رسول بنا دے؟ افسوس ؎

گر ہمیں مکتب است و ایں مُلّاں
کارِ طفلاں تمام خواہد شد

کیا وہ یہ چاہتے تھے کہ بزعم خویش ہم بھی مفتری بن جائیں؟

اگر مؤلف عشرہ اس آیت پر ہی غور کر لیتے تو کفار کا قول "نقرؤہ" (ہم اس کتاب کو پڑھ لیں) ان کی رہنمائی کر سکتا تھا۔ کیونکہ اگر وہ صاحب کتاب رسول بننے کے خواہاں ہوتے تو بجائے "نقرؤہ" کے "یوحی الینا" لفظ بولتے۔ یعنی وہ کتاب ہماری طرف بطور وحی آتی۔ پھر جب وہ یہ چاہتے تھے کہ ہم صاحب کتاب رسول بن جائیں تو نقرؤہ کے کیا معنی تھے؟ نیز ان کا اس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے اقرار کا کیا مطلب ہے؟

اے کاش کہ اگر منشی صاحب تاریخ و حدیث سے ناواقف تھے تو اسلوب قرآنِ مجید پر ہی توجہ فرماتے۔ مگر افسوس کہ "کم علمی" ہر چہار طرف سے احاطہ کئے ہوئے ہے۔ سچ ہے ؎

آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند
در جہل مرکب ابدالدہر بماند

ممکن ہے کہ آپ کو تنزّل علینا (ہم پر نازل کرے) کی ترکیب سے دھوکا لگا ہو اسلئے ہم بتائے دیتے ہیں کہ اس سے مراد براہ راست الہاماً نازل کرنا ہی نہیں ہوتا بلکہ ان کی طرف بالواسطہ بھیجنا یا لے آنا بھی ہوتا ہے۔ آیات ذیل ملاحظہ ہوں :۔

(۱) وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ وَلَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ ○ (النحل ع ۶)

(۲) قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَا اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَمَا اُنْزِلَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ۔ الآیۃ (آل عمران ع ۹)

(۳) لَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ کِتَابًا فِیْہِ ذِکْرُکُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ (الانبیاء ع ۹)

(۴) وَھُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ اِلَیْکُمُ الْکِتٰبَ مُفَصَّلًا (انعام ع ۱۴)

(۵) قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَا اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَیَکْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَہٗ (بقرہ ع ۱۱)

بالآخر ہم دو تفاسیر سے اس حصۂ آیت کے معنی بھی نقل کر دیتے ہیں تا غیر احمدی اصحاب بھی اس نئے "دکم علم" مفسر کی داد دے سکیں۔

(۱) تفسیر کبیر میں لکھا ہے :۔

"قالوا لن نؤمن لرقیّك اے لن نؤمن لاجل رقیّك حتّٰی تنزّل علینا کتاباً من السماء فیه تصدیقك قال عبد الله بن امیّة لن نؤمن حتّٰی تضع علی السماء سلماً ثم ترقیٰ فیه وانا انظر حتّٰی تأتیها ثم تأتی معك بصك منشورٍ معه اربعة من الملٰئکة یشهدون لك ان الامر کما تقول۔" (تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۶۶)

گویا انہوں نے اس فقرہ میں یہ مطالبہ کیا تھا کہ تو اپنے ساتھ آسمان پر سے ایک کتاب لاوے۔ اور یہ سارا واقعہ ہمارے روبرو ہو۔ تب ہم یقین کریں گے کہ تو خدا کا فرستادہ ہے اور تجھے رسول تسلیم کریں گے۔

(۲) مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے لکھا ہے :-

"ہم تیرے اوپر چڑھنے کو بھی باور نہ کریں گے جب تک تو اوپر سے بنی بنائی ایک کتاب ہمارے پاس نہ لا دے جس کو ہم بچشم خود پڑھیں۔ اس میں تیری رسالت کی تصدیق ہو۔" (تفسیر ثنائی جلد ۵ ص۳۵)

اب ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان تمام الزامات کی حقیقت واضح کر چکے ہیں جو مؤلف عشرہ کاملہ نے اپنی جہالت یا شرارت کے ماتحت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر "دس جھوٹ" کے عنوان کے ماتحت لگائے تھے۔ اس فصل کے آخر میں معترض نے مختصراً معراج کا ذکر کیا ہے۔ ناظرین اس کے جواب کے لئے فصل یازدہم (متفرقات) زیر عنوان "معراج" ملاحظہ فرمائیں۔ اس فصل میں جن امور کو معترض نے بطور اعتراض پیش کیا تھا ان کا واضح جواب دیتے ہوئے ہم نے اس کی اپنی غلط بیانیوں کو بھی واشگاف کر دیا ہے۔ آہ! آج یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مقدس انسان پر افترا پردازی کر رہے ہیں اور اس کو گالیاں دینا کارِ ثواب یقین کئے بیٹھے ہیں۔ مگر کل ان کو بتا دے گا کہ ہم نے غلطی کی ہے ؎

پاک دل پر بدگمانی ہے یہ شقوت کا نشاں
اب تو آنکھیں بند ہیں دیکھیں گے پھر انجام کار